Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ

عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محمودا

دنیا کے مذاہب پر نظر اور اہل مذاہب کا تشحیذ الاذہان

یعنی

رسالہ اردو

ریویو آف ریلیجنز

نمبر ۲ — ۵ فروری ۱۹۳۱ء — ۱۶ رمضان المبارک ۱۳۴۹ھ — جلد ۳

ایڈیٹر

قاضی محمد ظہور الدین اکمل

مقام اشاعت

قادیان دارالامان

چندہ سالانہ ہندوستان میں تین روپے اور ہندوستان سے باہر ۸ر

مصدقہ طلباء اور غیر احمدیوں سے ۲ر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ
ایک شیعہ دوست کے چھ سوالوں کا جواب	۴۱ / ۶۰
حضرت عمرؓ فاروق ثانی	۶۱ / ۶۴
تعلیمات نبویؐ کا اثر	۶۵ / ۶۷
بنگال میں اسلام کی ابتدائی ترقی	۷۰ / ۷۲
مصلح موعود کی ضرورت سابق قیصر جرمن کیا کہتا ہے	۷۳ / ۷۶
اہل بہا مرزا حسین علی کو کیا سمجھے ہیں	۷۷ / ۸۰

منشی خادم حسین صاحب بھیروی

اشتہارات

تعلیم الاسلام ہائی سکول میگزین

جلسہ سالانہ احمدیہ کے موقعہ پر اس میگزین کا سالانہ نمبر نہایت آب و تاب سے شائع ہوا ہے اور کئی ایک بلاک کی تصاویر سے مزین ہے۔ مضامین بھی انگریزی اُردو قابل مطالعہ۔

افسوس ہے کہ اس کا ایک رکن ادارت چوہدری غلام محمد صاحب منشی فاضل ادیب مظلومانہ شہید ہوا۔ ایک نابکار نے کلہاڑی کی مہلک ضرب لگائی نور ہسپتال میں ۲۴ جنوری وفات پائی۔ ایں ماتم سخت است کہ گویند جوانمرد۔ چوہدری صاحب مرحوم کے خصائل پسندیدہ و اوصاف حمیدہ چھوٹے بڑے کی زبان پر ہیں ایسا شریف صالح نوجوان حسن خلقؔ داری و خلق حسن کا مصداق بہت کم دیکھا گیا مختصراً یہی کہہ سکتا ہوں خوش درخشید ولے دولت مستعجل بود اللہ تعالیٰ جنات الفردوس میں اعلیٰ مقامات نصیب کرے ✦

احمدیہ جنتری سنہ ۱۹۳۱ء

برادر محمد یامین صاحب تاجر کتب قادیان ہر سال جنتری شائع کرتے ہیں جو علاوہ تواریخ کے مفید علمی و مذہبی معلومات پر مبنی ہوتی ہے قیمت صرف ۲/ چھپوائی و کاغذ بھی دیدہ زیب ہے ناظرین منگوا کر فائدہ اٹھائیں ✦

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ایک شیعہ دوست کے چھ سوالوں کا جواب

سوال نمبر ۱:- اصحاب ثلاثہؓ نے رسول اللہؐ کا جنازہ کیوں نہیں پڑھا؟

جواب معترض صاحب کا فرض ہے کہ پہلے وہ اپنے اعتراض کو امر واقعہ ثابت کریں۔ اور وہ اس طرح پر کہ اپنی معتبر کتب حدیث سے یا اہلسنّت والجماعت کی کتب حدیث سے اور اس کے علاوہ تواریخ اسلامیہ مثلاً طبری وغیرہ سے۔ کیونکہ اتنی بڑی فروگذاشت کا تذکرہ فریقین کی کتب معتبرہ میں اور اسلامی تاریخوں میں ضروری اور اشد ضروری ہے*

لیکن جہاں تک شیعہ کی کتب حدیث اور مرویات ائمہ کرام اہلبیت رسول مقبولؐ میں دیکھا گیا ہے۔ تمام مہاجرینؓ و انصارؓ مدینہ اور تمام خورد و کلاں اور مرد و زن اہل مدینہ و قرب و جوار مدینہ کے جنازہ رسولؐ پڑھنے کا ذکر بار بار پایا جاتا ہے۔ اور پھر اس میں کسی فرد بشر کو بھی مستثنیٰ نہیں بیان کیا گیا۔ چہ جائیکہ جناب صدیقؓ اور جناب فاروق اور جناب ذی النورین رضی اللہ عنہم و عن اتباعہم جیسی نامی گرامی شخصیتیں۔ اگر ان صاحبان ذیشان نے واقعی جنازہ نہیں پڑھا جیسے کہ معترض صاحب اور ان کے ہم مشربوں کا زعم ہے۔ تو کیا وجہ ہے کہ ائمہ کرام نے انکی اتنی بڑی فروگذاشت سے چشم پوشی کی؟ جناب امام محمد باقر اور امام جعفر تمام مہاجرین و انصار کے جنازہ پڑھنے کا ذکر خیر تو بار بار فرماتے رہے اور کسی وقت اشارۃً یا کنایۃً بھی نہیں فرمایا کہ ابوبکرؓ و عمرؓ وغیرہ اصحاب رسولؐ نے البتہ جنازہ نہیں پڑھا۔ پھر کسقدر تعجب کی بات ہے کہ بعد کے جعفری شیعوں کو یقینی طور پر معلوم ہو گیا۔ کہ ثلاثہؓ نے رسول صلعم کا جنازہ ہرگز نہیں پڑھا۔ کیا ان کے پاس جنازہ رسولؐ میں شرکت کرنے والوں کی کوئی اصل فہرست موجود ہے؟ یا کہ حضرت صاحب العصر والزمان کی بارگاہ سے کوئی خاص توقیع شریف صادر ہوا ہے جسمیں صدیوں کے اس راز سربستہ کو آج ان پر منکشف کیا گیا ہے؟ ورنہ اگر مدار اعتقاد قرآن و سنّت و مرویات ائمہ کرامؑ دین متین پر ہے تو ان سے تو بتواتر یہی ثابت ہے کہ جملہ اہل اسلام اور تمام مہاجرین و انصار حضور سید الکونینؐ کے نماز جنازہ سے سعادت اندوز دارین ہوئے کیونکہ وہ تین دن تک دس دس نفر کی ٹولی بن کر پڑھتے رہے۔ اور مرض الموت سے لیکر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تادفات آنحضرت صلعم حجرۂ حضرت عائشہ صدیقہؓ ہی میں رہے اور پھر دفن بھی وہیں ہوئے۔ اور جیسے کہ عوام کا خیال ہے۔ یا ہمارے ملک کا دستور ہے اسطرح حضور صلعم کا جنازہ مدینہ منورّہ کے باہر لیجاکر کسی خاص مقررہ وقت میں اور کسی کھلے میدان یا صحرا میں نہیں پڑھا گیا۔ اور نہ کوئی امام یا پیش نماز ہی مقرر ہوا۔ اس مختصر مضمون میں سردست اس قدر کافی جانکر ایک دو حوالے عرض کردیتا ہوں:۔

ا۔ کلینی بسند معتبر از امام محمد باقرؑ روایت کردہ است کہ چوں حضرت رسالت رحلت فرمود نماز کردند براو جمیع ملائکہ و مہاجران و انصار فوج فوج و امیر المومنین فرمود کہ شنیدم از حضرت رسولؐ کہ در حالت صحت خود میفرمود کہ ایں آیۂ در باب نماز برمن بعد از فوت من نازل شدہ است۔ (آیۃ اِنّ اللّٰہ وملائکتہ یصلون علی النّبی یا ایھا الذین اٰمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما) حیات القلوب جلد ۲ باب ۶۲ صفحہ ۶۶۴

ترجمہ:۔ اور کلینی نے بسند معتبر امام محمد باقر علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ جب آنحضرت صلعم نے رحلت فرمائی تو نماز پڑھی اُن پر تمام فرشتوں نے اور مہاجرؓ وانصارؓ نے ٹولی ٹولی اور جناب علی علیہ السلام نے فرمایا کہ مَیں نے سُنا ہے آنحضرت صلعم سے کہ اپنی صحت کی حالت میں فرماتے تھے کہ آیۃ ان اللّٰہ وملٰئکتہ میری فوتیدگی کے بعد مجھ پر نماز پڑھے جانے کے بارہ میں نازل ہوئی۔ اصول کافی کتاب الحجۃ باب مولد النبیؐ صفحہ ۲۸

ب۔ وشیخ طبری از حضرت امام محمد باقر روایت کردہ است کہ دہ دہ نفر داخل میشدند و چنیں بر آنحضرتؐ نماز میکردند بے امامے در روز دوشنبہ و شب سہ شنبہ تا صبح و روز سہ شنبہ تا شام تا آنکہ خُرد و بزرگ مرد و زن اہل مدینہ و اہل اطراف مدینہ ہمہ بر آنجنابؐ چنیں نماز کردند۔ حیات القلوب جلد ۲ باب ۶۲ صفحہ ۶۶۴

ترجمہ:۔ اور شیخ طبری نے جناب امام محمد باقر علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ دس دس آدمی داخل ہوتے تھے اور اس طرح آنحضرتؐ پر نماز پڑھتے تھے۔ بغیر تقرر کسی امام کے پیر کے دن اور منگل کی رات سے صبح تک اور منگل کا دن شام تک۔ یہانتک کہ باشندگان مدینہ میں سے چھوٹے بڑے مرد اور عورت اور مدینہ کے آس پاس والوں سب نے آنحضرت صلعم پر اس طرح نماز پڑھی۔

سوال نمبر ۲۔ جناب علی علیہ السّلام نے جناب ابوبکرؓ کی بیعت نہیں کی۔ اگر کی ہے تو شیعہ کی کتابوں سے اس کا ثبوت دیا جائے۔

جواب۔ بیعت ہذا کا ذکر شیعہ کی معتبر کتابوں اور علاوہ اس کے اہلسنت والجماعت کی صحاح اور تاریخ اسلام میں کمال وضاحت سے آچکا ہے۔ لیکن تعجب ہے کہ مسئلہ جنازہ رسول اللّٰہ صلعم کی طرح اس بیعت سے بھی عام شیعوں کو انکار ہے۔ اگر وہ دانستہ ایسا کرتے ہیں تو بھی ایک گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں اور اگر انکو علم نہیں تو بے شک معذور ہیں۔ لیکن اب جو اُن کو اس واقعہ سے مطلع کیا جاتا ہے اگر آئندہ انکار کرینگے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تو قصوروار اور مستوجب سزا ٹھیرینگے۔ دیکھئے شیعہ کے رئیس المحدثین ثقۃ الاسلام محمد بن یعقوب الکلینی کیا فرماتے ہیں:۔

ا۔ عن ابی جعفر علیہ السلام قال ان الناس لما صنعوا اذ بایعوا ابا بکر لم یمنع امیر المؤمنین علیہ السلام من ان یدعوا الی نفسہ الا نظرا للناس وتخوفا علیہم ان یرتدوا عن الاسلام فیعبدوا الاوثان ولا یشھدوا ان لا الٰہ الا اللّٰہ و ان محمدا رسول اللّٰہ وکان الاحب الیہ ان یقرھم علی ما صنعوا من ان یرتدوا عن جمیع الاسلام۔ فلذلک کتم علی علیہ السلام امرہ و بایع مکرھا حیث لم یجد اعوانا۔

(کتاب الروضۃ فروع کافی جلد ۳ صفحہ ۱۳۹ سطر ۱۴) ترجمہ:۔ جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ لوگوں نے جو ابوبکر کی بیعت کرکے کارستانی کی۔ جناب علی علیہ السلام کو اپنی ذات کیلئے لوگوں کو دعوت دینے میں کوئی چیز مانع نہ ہوئی لیکن صرف یہی خوف کہ مبادا وہ دین اسلام سے مرتد ہو جائیں اور بت پرستی کرنے لگیں۔ اور کلمہ شہادت کو چھوڑ بیٹھیں کہ کوئی معبود نہیں مگر اللہ اور یہ کہ محمد صلعم خدا کے رسول ہیں۔ اور آنجناب کو یہ امر زیادہ پسند تھا کہ جو کچھ انہوں نے کارستانی کی ہے اس پر ان کو برقرار رہنے دیں۔ بمقابلہ اس کے کہ وہ اسلام سے بکلی مرتد ہو جائیں۔ بس یہی وجہ ہے کہ جناب علی علیہ السلام نے اپنے امر کو مخفی رکھا (صدائے احتجاج بلند نہ کی) اور چاروناچار بیعت کرلی کیونکہ کوئی مددگار نہ پایا۔

ب۔ جناب اخوند محمد باقر مجلسی ایک طویل روایت متعلق واقعات یوم سقیفہ بیان کرکے آخر میں لکھتے ہیں۔ کہ جب جناب علی علیہ السلام کو بارگاہ خلافت صدیقی میں لایا گیا:۔

"پس عمر گفت اے پسر ابو طالب برخیز و بیعت کن حضرت گفت اگر نہ کنم چہ خواہی کرد۔ عمر گفت گردنت را میزنم۔ حضرت سہ مرتبہ ایں سخن را گفت و ایں جواب را شنید۔ تا حجت را بر ایشاں تمام کرد۔ پس عمر دست حضرت را گرفت و بے آنکہ حضرت دست بکشاید ابوبکر دست خود را دراز کرد و بر روئے دست حضرت گذاشت" حق الیقین مطبوعہ ایران صفحہ ۶۶ دربیان واقعات بعد از رحلتؐ۔

ترجمہ۔ پھر عمرؓ نے کہا اے ابو طالب کے بیٹے اٹھو اور بیعت کرو۔ حضرتؑ نے فرمایا اگر نہ کروں تو کیا کرد یگے؟ عمرؓ نے کہا تمہاری گردن اڑا دینگے۔ حضرتؑ نے تین مرتبہ یہ بات دہرائی اور یہی جواب سنا تاکہ ان پر اتمام حجت ہو جائے۔ پھر عمرؓ نے حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑا اور بغیر اسکے کہ حضرتؑ اپنا ہاتھ کھولیں ابوبکرؓ نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور حضرتؑ کے ہاتھ پر رکھدیا۔

ج۔ جناب لسان الملک مرزا محمد تقی خاں وزیر سلطان ناصر الدین شاہ ایران اپنی شہرہ آفاق تاریخ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

میں بربنائے مرویات شیعہ لکھتے ہیں کہ جناب علی علیہ السّلام کے گلے میں رسّی ڈال کر زبردستی مسجد نبویؐ میں ابوبکر صدیقؓ کے پاس لے گئے۔ "ریسمانے برگردنش افگندند وکشاں کشاں راہ مسجد پیش داشتند" اور اسی حالت میں تھے جبکہ ابوبکرؓ نے بیعت کا سوال پیش کیا۔ اصل روایت عربی کے آخری جملے یہ ہیں:۔

فقال لہٗ ابوبکر بایع فقال لہٗ علیؑ فان انالم ابایع قال اضرب الذی فیہ عیناک فرفع راسہٗ الی السّماء ثم قال اللّٰھمّ اشھد ثم مدّ یدہٗ فبایعہٗ۔ "پس دست بکشید بے آنکہ کف باز کند وابوبکر دست بدست آنحضرت زد وبدینقدر رضا داد و بروایتے ایں ہنگام عباسؓ ابن عبد المطلب را آگہی بردند کہ اینک علیؑ در زیر شمشیر عمرؓ نشستہ است عباسؓ شتاب کناں دواں دواں برسید و ہمے فریاد برداشت کہ با پسر برادرم رفق ومدارا کنید برمن است کہ او بیعت کند و چوں در آمد دست علیؑ را بگرفت وکشید وبدست ابی بکر مسح داد پس علیؑ را رہا دادند۔" ناسخ التواریخ جلد دوم کتاب دوم مطبوعہ ایران ص۶۳

یعنی۔ پس ابوبکرؓ نے جناب علیؑ کو کہا کہ بیعت کرو۔ اس پر آنجنابؑ نے فرمایا کہ اگر میں بیعت نہ کروں تو؟ ابوبکرؓ نے کہا کہ جس چیز میں آپ کی دونوں آنکھیں ہیں (سر) میں ماردونگا۔ تو جنابؑ نے آسمان کی طرف سر اٹھایا اور فرمایا اے خدا تو گواہ رہیو۔ پھر اپنا ہاتھ بڑھایا اور بیعت کرلی۔" (فاضل مورخ نے اس کا مطلب اس طرح بالفاظ دیگر ارقام فرمادیا ہے۔ راقم)

پھر ہاتھ بڑھایا بغیر اسکے کہ ہتھیلی کو کھولیں اور ابوبکرؓ نے اپنا ہاتھ آنجنابؑ کے ہاتھ پر مارا اور اسی حد تک رضامندی فرمائی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اس وقت حضرت عباسؓ (عم رسول صلعم) کو لوگوں نے جاکر خبر دی کہ بھیجے جناب شیر خدا عمرؓ کی تلوار کے سایہ میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ عباسؓ جلدی سے دوڑتے دوڑتے جا پہنچے اور فریاد کی کہ میرے بھتیجے کے ساتھ نرمی سے سلوک کرو۔ رہی بیعت سو وہ میرے ذمّہ۔ اور جب اندر تشریف لائے تو جناب علیؑ کا ہاتھ پکڑا اور ابوبکرؓ کے ہاتھ کے ساتھ ملادیا۔ اس پر انہوں نے جناب علیؑ کو رہا کردیا ؎

د۔ فاضل مجلسی نے امام جعفر صادق علیہ السّلام سے ایک روایت لکھی ہے۔ جس میں احراق خانہ حضرت سیّدہ کا ذکر ہے کہ جناب علی علیہ السّلام نے ابوبکرؓ کی بیعت نہ کی۔ مگر اس وقت کہ دیکھا کہ اُن کے گھر سے دھواں بلند ہوگیا۔ کہ "حضرت امیر بیعت نہ کرد باابوبکرؓ تا آنکہ دید کہ دود از خانہ اش بلند شد" حق الیقین در بیان خلیفہ شدن ابوبکرؓ ص۲۷ ؎

ھ۔ تاریخ طبری میں ہے کہ جناب علی علیہ السّلام نے جوں ہی سُنا کہ ابوبکرؓ بیعت لے رہے ہیں فوراً اپنے گھر سے نکل مسجد نبویؐ میں گئے اس حالت میں کہ صرف قمیص زیب تن تھی چادر بھی نہ تھی اور بیعت کرلی۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور اس کے بعد کپڑے مسجد میں منگائے۔ فخرج فی قمیص ما علیه ازار ولا رداء عجلاً کراھة ان یبطی عنها حتی بایعه الخ دیکھو تاریخ طبری مطبوعہ یورپ صفحہ ۱۸۲۵

سوال نمبر ۳۔ کیوں حضرت سیدہؓ تادم زیست ابو بکرؓ سے ناراض رہیں؟

جواب۔ اس سوال کی عبارت مجمل ہے۔ خصوصاً الفاظ "تادم زیست" کیونکہ ان سے بظاہر ایک طویل عرصہ ناراضگی کا ثابت ہوتا ہے حالانکہ بنائے ناراضگی عام طور پر مطالبہ فدک کے بعد قائم ہوئی۔ اور فدک بعد فتح خیبر ۶ہجری میں فتح ہوا۔ اور مطالبہ فدک بعد وفات حسرت آیات حضرت رسول صلعم ۱۱ھ میں واقعہ ہوا ہے ؎

اب دیکھنا یہ ہے کہ آیا حضرت سیدہ علیہا السّلام واقعی ابو بکر صدیق پر ناراض ہی رہیں یا آخرالامر رضامند ہوگئی تھیں؟ اس عقدہ کے حل کرنے کے لئے ذیل کی چند معروضات پر غور لازمی ہے:-

اوّل۔ بخاری اور مسلم میں جو روایات مطالبہ فدک کے متعلق ہیں۔ اُن سے ثابت ہے کہ جناب صدیقؓ کی طرف سے حسب ذیل جواب دیا گیا۔ فقال ابوبکر ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال لا نورث ما ترکنا صدقة۔ انما یاکل آل محمدؐ فی ھذا المال۔ انی واللّٰہ لا اغیر شیئاً من صدقة رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من حالھا التی کان علیھا فی عھد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ولاعملن فیھا بما عمل به رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فابی ابوبکر ان یدفع الی فاطمةؑ منھا شیئاً فوجدت فاطمة علی ابی بکر فی ذالک فھجرته فلم تکلمه حتی توفیت" بخاری جلد ۳ صفحہ ۳۵ و مسلم نووی صفحہ ۹۱

ترجمہ۔ پس کہا ابو بکرؓ نے کہ جناب رسول خدا صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا ہم جو چھوڑیں وہ صدقہ ہے۔ اس مال سے آل محمدؐ کھاتے پیتے ہیں اور میں خدا کی قسم ہے کہ صدقات رسول اللّٰہ صلعم میں ذرا بھر تغیر و تبادل نہ کرونگا۔ اور جس طرح کہ وہ عہد نبویؐ میں تھے۔ اسی طرح بدستور رہیں گے اور اس میں جس طرح حضور صلعم عملدرآمد فرمایا کرتے تھے۔ میں بھی اسی طرح کیا کرونگا۔ غرضنکہ ابو بکر صدیقؓ نے جناب سیدہؑ کو اس میں سے قدر قلیل دینے سے بھی انکار کر دیا۔ پس جناب سیدہؑ دلگیر ہوگئیں اس بارہ میں ابو بکرؓ کی طرف سے۔ اور اُن سے بول چال ترک کر دی حتیٰ کہ فوت ہوگئیں ؎

بخاری و مسلم کی اس متفقہ روایت پر ایک سرسری نظر بھی ڈال جائے۔ تو معلوم ہو سکتا ہے کہ جناب صدیقؓ نے حضرت سیدہؑ کے مطالبہ فدک پر کوئی بے جا بات نہیں فرمائی بلکہ جو فیصلہ دیا ہے وہ بالکل معقول اور باصواب ہے۔ پھر بڑے تعجب کی بات ہے کہ حضرت سیدہؑ اس سے ایسی آزردہ خاطر ناراض ہوگئیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کہ خلیفہ رسولؐ سے بولنا چالنا ہی ترک فرما دیا یہاں تک کہ فوت ہوگئیں۔ اور اس سے زیادہ تعجب انگیز یہ بات ہے کہ شیعہ صاحبان نے بھی اس جواب کی معقولیت پر ذرا غور نہیں فرمایا۔ اور جوش تعصب میں اس کی تعبیر غصب فدک سے کردی۔ حالانکہ اس روایت میں ایک بھی ایسا لفظ نہیں جس سے عمداً و قصداً ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حضرت سیدہؑ کو غضبناک کرنا یا ایذا دینا مترشح ہو۔ یا جس سے فدک کا غصب کر لینا مراد ہو سکے۔

مولا کریم قرآن مجید کے اندر عام مومنین کے اوصاف حمیدہ کے ضمن میں فرماتا ہے۔ واذا ما غضبوا هم یغفرون یعنی جب انکو غصہ آجائے تو معاف کر دیتے ہیں۔ دوسری جگہ فرمایا۔ و الکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللّٰہ یحب المحسنین۔ یعنی وہ اپنے غصے کو پی جانے والے اور لوگوں کے قصوروں سے درگذر کرنے والے ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ایسے نیکوکاروں کو دوست رکھتا ہے۔ شیعہ کی احادیث میں عفو اور کظم غیظ (غصہ کو پی جانا) پر مستقل باب ہیں مثال کے طور پر عفو کے بارہ میں ارشاد نبویؐ ہے کہ دنیا و آخرت کی بہترین عادات میں سے یہ ہے کہ جو تجھ پر زیادتی کرے تو اسکو معاف کر دے اور جو قطع رحمی کرے تو اُسکے ساتھ صلہ رحمی کر ”العفو عمن ظلمك وتصل من قطعك“ اصول کافی صفحہ ۴۶۲ پھر فرمایا کہ غصہ پینے سے زیادہ کوئی لذیذ شربت نہیں ہے وما تجرعت جرعة احب الیّ من جرعة غیظ۔ اصول کافی صفحہ ۴۶۳۔ پھر حضرت سیدہ کی نسبت کس طرح ایک احاد روایت کی بنا پر جس کے مطالب کا باہم ربط بھی ثابت نہیں ہو سکتا۔ پتھر کی لکیر کی طرح بلا تامل تسلیم کیا جائے کہ آپ نعوذ باللہ فدک کے بارہ میں حسب دلخواہ فیصلہ نہ پا کر تادم واپسین غضبناک رہیں اور وصیت بھی چھوڑی کہ وہ میرے جنازہ پر نہ آئیں کیا جہان کی خاتونوں کی سردار اور خاتون جنت والاتبار اور بتولؑ بنت رسول مقبولؐ کی اعلیٰ وارفع شان کے یہی شایاں ہے کہ ایک چندروزہ فانی جاگیر کے حاصل کرنے کے لئے خلیفہ وقت سے مطالبہ کریں اور اُن کے سراسر معقول عذر پر اس قدر آزردہ خاطر اور یہاں تک غضبناک ہوں کہ مرتے دم تک قطع کلامی لازم فرمائیں وغیرہ وغیرہ؟ حاشا و کلّا۔ حالانکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ تین دن کے بعد غصہ اور قطع کلامی جائز نہیں۔ عن ابی عبد اللّٰہ علیه السّلام قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه و آله وسلم ”لا هجرة فوق ثلاث“ دوسری حدیث میں ہے اگر تین دن تک فریقین مصالحت نہ کریں تو وہ اسلام سے خارج ہو جاتے ہیں۔ ”کانا خارجین من الاسلام“ اصول کافی باب الہجرت صفحہ ۴۸۵ استغفار۔

پھر روایات سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ جناب صدیق نے باوجود اپنے فیصلہ میں حق بجانب ہونیکے حضرت سیدہؑ سے عذر خواہی بھی کی ہے۔ لیکن شیعہ صاحبان اسکی کچھ پروا ہی نہیں کرتے۔ اکثر کو تو علم ہی نہیں ہے اور جنکو علم ہے وہ گوارا نہیں کرتے کہ قوم کو غلط فہمیوں سے نکالیں ۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

چنانچہ ملا باقر مجلسی کی سب سے آخری تصنیف حق الیقین فارسی میں بصراحت تمام لکھا ہے کہ جب ابو بکرؓ اجازت لیکر حضرت سیدہؓ کی خدمت میں پہنچے تو عرض کیا۔

"اے حبیبۂ رسول خدا من صلہ قرابت رسول خدا را دوست ترمیدارم از صلہ قرابت خود و من آرزو میکنم کہ کاش کے روزے کہ پدر مرد من میمردم و بعد از وفات او نہ میماندم آیا گمان داری کہ من ترا نشناسم و حق ترا ادا نمی و میراث ترا از حضرت رسولؐ بہ تو ندہم من شنیدم از رسول خداؐ میراث نداریم آنچہ از ما مے ماند صدقہ است" حق الیقین ص۲۷

پھر ہر چند عذر خواہی کی ہے۔ لیکن لکھا ہے کہ حضرت سیدہؓ نے رضامندی ظاہر نہ فرمائی بلکہ بجائے اس کے فرمایا کہ جب اپنے والد بزرگوارؐ کے حضور جاؤنگی تو تمہاری شکایت کرونگی۔ اس پر ابو بکرؓ کی نسبت لکھا ہے ابو بکر گفت پناہ مے برم بخدا از سخط او و از سخط تو اے فاطمہ پس ابو بکر آنقدر گریست کہ نزدیک بود ہلاک شود فاطمہ گفت بخدا نفرین خواہم کرد ترا در ہر نمازے ابو بکر گفت من دعا خواہم کرد در ہر نمازے پس گریاں بیروں آمد۔ حق الیقین ص۲۷

ترجمہ۔ ابو بکرؓ نے عرض کی میں پناہ مانگتا ہوں آنحضرت صلعم کے غضب سے اور تیرے غضب سے اے فاطمہ! اس کے بعد ابو بکرؓ اتنا روئے کہ قریب تھا ہلاک ہو جائیں۔ فاطمہؓ نے فرمایا خدا کی قسم میں ہر نماز میں تم پر لعنت بھیجوں گی۔ ابو بکرؓ نے عرض کی میں ہر نماز میں دعا کیا کرونگا۔ (آپ کے حق میں) پھر روتے ہوئے باہر نکل آئے۔

نادان دوستوں نے حضرت سیدہؓ کی زبانی محبت اور ابو بکرؓ کے للّٰہی بغض کے جوش میں ایسی ایسی روایات وضع کرکے اپنے دل کی بھڑاس تو نکالی ہے۔ لیکن یہ خیال نہیں کیا کہ اس محبت کے پردہ میں وہ اہلبیت رسول اکرمؐ کی کسر شان کے کسقدر مرتکب ہو رہے ہیں؟ کیونکہ جو کیریکٹر ہیچو قسم روایات میں حضرت سیدہؓ جیسی ممتاز پاکباز اور خدا پرست خاتون۔ اور حضرت رحمۃ للعالمین کی صاحبزادی کا دکھلایا گیا ہے۔ وہ اہلبیت رسول صلعم کی سیرت مطہرہ اور شان مرتفعہ کے سراسر مخالف اور بجائے مدح کے در پردہ بلکہ صریح ہجو ملیح کے مترادف ہے بلکہ ہر ایک غیر متعصب مقابلۃً منصف مزاج کو جناب ابو بکر صدیقؓ کا کیرکٹر زیادہ قابل قدر اور درخور وقعت قرار دینا پڑتا ہے۔

اور پھر ایک اور اعلیٰ وصف مومن کا جو شارع اسلام علیہ السّلام نے فرمایا۔ کہ ہر ایک عذر خواہ کا عذر قبول کیا جائے۔ حضرت سیدہؓ کا ابو بکر صدیقؓ کی عذر خواہی کے جواب میں مذکورہ بالا غیر متوقعہ سلوک ایسا تعجب انگیز ہے۔ جس کی حضرت سیدہؓ جیسی ذات ملکوتی صفات سے توقع ہی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت سیدہؓ کو اس ضروری تعلیم کا گویا علم ہی نہ تھا۔ اور اگر علم تھا تو عمل نہ تھا۔ اور یہ حدیث جو شیعہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کی اصول اربعہ میں بھی آچکی ہے۔ گویا آپ نے سُنی ہی نہ تھی۔ اور وہ حدیث یہ ہے بطور وصیت کے۔

منجملہ اُن وصایا کے جو آنحضرت صلعم کی زبان مبارک سے جناب علی علیہ السلام کو ارشاد فرمائی گئیں۔

یا علیؑ من لم یقبل العذر من متنصل صادقا کان او کاذبا لم ینل شفاعتی کتاب من لا یحضرہ الفقیہ باب النوادر و ھو اٰخر ابواب الکتاب (نسخہ قلمی موجودہ بہار لائبریری کلکتہ نیز کتاب جامع الاخبار۔

ترجمہ۔ اے علیؑ جو کسی عذر خواہ کا عذر قبول نہ کرے خواہ وہ سچا ہو یا جھوٹا اس کو میری شفاعت نصیب ہو گی ابتنغفر اللہ اب جناب صدیقؓ کی عذر خواہی تو ثابت ہے۔ اور شیعہ زیادہ سے زیادہ یہی کہہ سکتے ہیں کہ وہ عذر خواہی بناوٹی تھی۔ لیکن اس کا کیا علاج ہو کہ حدیث مذکورہ میں ہر دو قسم کی عذر خواہی کے قبول نہ کرنے پر محرومی شفاعت کا وبال لازمی فرمایا گیا ہے۔ فتدبّروا ولا تکن من الجاھلین ٭

اس سوال کے جواب میں بفضلہ تعالیٰ ابھی اور بھی بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے۔ لیکن طوالت موجب ملالت ناظرین کا اندیشہ ہے۔ اس واسطے مزید توجیہات سے اعراض کر کے صرف ایک اور پہلو عرض کر دیتا ہوں۔ امید ہے کہ تحقیق پسند احباب اسکو دلچسپ پائینگے ٭

یہاں تک جسقدر تشریح مطالب کی۔ اُس میں زیادہ تر عدم امکان ناراضگی حضرت سیدہؑ کو نمایاں کیا گیا ہے لیکن اب بطور واقعہ کے ثابت کرنے کی کوشش کرونگا کہ حضرت سیدہؑ جناب صدیقؓ پر ناراض نہیں گئیں۔ بلکہ آخر کار اپنے پروردگار غفار و ستار کے پاس جانے سے پہلے رضامند ہو چکی تھیں۔ چنانچہ ملاحظہ ہوں حوالہ جات ذیل جو کتب معتبرہ فریقین سے مختصراً عرض کرتا ہوں۔

(۱) از کتب اہلسنّت والجماعت:۔

وروی البیھقی عن الشعبی قال لما مرضت فاطمۃ رضی اللہ عنھا فاستاذن علیھا فقال علی رضی اللہ عنہ یا فاطمۃ ھذا ابوبکر یستاذن علیک فقالت اتحب ان اذن لہ قال نعم فاذنت لہ فدخل علیھا یترضاھا فقال واللہ ما ترکت الدار والمال والاھل والعشیرۃ الا ابتغاء مرضاۃ اللہ و مرضاۃ رسولہ و مرضاکم اھل البیت ثم ترضاھا حتی رضیت و ھذا قوی جید والظاھر ان الشعبی سمعہ من علی رضی اللہ عنہ او ممن سمعہ من علی رضی اللہ عنہ (دیکھو الجد اوّل مطبوعہ کانپور صفحہ ۱۵۹ حاشیہ نمبر ۳)

ترجمہ۔ اور بیہقیؒ نے شعبی سے روایت کیا ہے۔ کہا اُس نے کہ جب حضرت سیدہؑ بیمار ہو گئیں تو ابوبکرؓ نے انکی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت مانگی۔ جناب علی علیہ السلام نے فرمایا اے فاطمہ ابوبکرؓ آئے ہیں اور آپکے پاس حاضر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

علی اللہ ان اصنع بہا کما کان یصنع فرضیت بذلک واخذت العہد علیہ بہ وکان یأخذ غلتہا فیدفع الیہم منہا ما یکفیہم ثم فعلت الخلفاء بعدہٗ کذلک الیٰ ان وَلِیَ معاویۃ فاقطع مروان ثلثہا بعد الحسنؑ ثم خلصت لہٗ فی خلافتہ وتداولہا اولادہ الیٰ ان انتہت الیٰ عمر بن عبد العزیز فردہا فی خلافتہ علی اولاد فاطمۃ (شرح نہج البلاغۃ) فاضل ابن میسم جزو ۳۵ مطبوعہ ایران۔ (از نسخہ موجودہ بہار لائبریری کلکتہ)

ترجمہ۔ اور روایت ہے کہ جب ابو بکرؓ نے حضرت سیدہ کا کلام سُنا۔ خدا کی حمد و ثنا کی۔ اور رسول صلعم پر درود بھیجا پھر کہا کہ اے بہترین زنان اور بہترین ماں کی صاحبزادی۔ خدا کی قسم ہے کہ میں نے حضرت رسول کریمؐ کی رائے سے تجاوز نہیں کیا۔ اور ان ہی کے حکم کے موافق عملدرآمد کیا۔ اور نشان اور نعلین مبارک جناب علیؓ کے حوالے کر دی ہیں۔ لیکن ماسوائے ان کے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنا ہے۔ کہ فرماتے تھے کہ ہم گروہ انبیاءؑ ورثہ میں انہیں چھوڑتے سونا چاندی اور نہ زمین نہ جاگیر نہ مکان سکونتی۔ لیکن ہم ورثہ میں ایمان اور حکمت اور علم اور سُنت چھوڑتے ہیں۔ اور جو کچھ آنحضرت صلعم نے مجھ کو حکم دیا۔ میں نے اسکی تعمیل کی۔ اور میں نے خیرخواہی کی ہے۔ اس پر حضرت سیدہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ مجھ کو ہبہ فرما دیا تھا۔ ابو بکرؓ نے کہا اس پر کون گواہ ہے؟ تو علی بن ابیطالب اور اُم ایمن آئے اور حضرت سیدہؓ کے حق میں گواہی دی۔ پھر عمر بن خطاب اور عبد الرحمان بن عوف آئے اور انہوں نے شہادت دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو مستحقین میں، تقسیم فرما دیتے تھے۔ تو ابو بکرؓ نے فرمایا اے بیٹی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آپ نے سچ فرمایا اور جناب علیؓ اور ام ایمن نے بھی سچ کہا۔ اور عمرؓ نے بھی سچ کہا اور عبد الرحمان نے بھی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کیلئے وہی حصہ حاضر ہے جو آپؑ کے والد بزرگوار صلعم کے لئے تھا۔ حضرت رسول کریمؐ فدک سے آپ لوگوں کے گذارہ کے مطابق لے لیا کرتے تھے اور باقی ماندہ محاصل کو تقسیم فرماتے تھے۔ اور اس میں سے خدا کی راہ میں اور تمہارے لئے دیتے تھے۔ خدا کی قسم ہے کہ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمل کرتے تھے میں بھی اس کے مطابق کرونگا۔ پس اس پر حضرت سیدہ راضی ہو گئیں۔ اور پختہ عہد لے لیا۔ ابو بکرؓ فدک کا غلہ لے لیا کرتے۔ اور اس میں سے اہلبیت رسول اللہ صلعم کے گذارہ کے لئے جسقدر کافی ہوتا اُن کو پہنچا دیتے۔ پھر خلفائے راشدین کا بھی اسی پر عملدرآمد رہا۔ یہاں تک کہ امیر معاویہ کی باری آئی تو بعد امام حسنؓ کے مروان نے اس کا تہائی حصہ علیحدہ کر لیا۔ اور اپنی خلافت میں سب پر قابض ہو گیا اور اس کی اولاد میں پھرتا رہا۔ یہاں تک کہ عمر بن عبد العزیزؒ کی نوبت آئی تو انہوں نے حضرت سیدہؓ کی اولاد (امام محمد باقرؑ) کو واپس دے دیا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سوال نمبر ۴ - باغ فدک کے متعلق جو فیصلہ حضرت ابوبکرؓ نے صادر فرمایا تھا۔ اسکے متعلق شیعہ اماموں کی رائے؟

جواب - ابوبکر صدیقؓ کے فیصلہ کی صداقت کیلئے شیعہ اماموں کی شہادت کی چنداں ضرورت تو نہیں۔ بلکہ ایک غیر ضروری اور ناواجب پابندی ہے۔ خصوصاً اس صورت میں کہ اُن اماموں کی روایات میں احتمال و اشتمال تقیہ بدرجہ کمال ہے۔ اور کسی روایت کی صحت یقینی طور پر ثابت ہونا محال۔ لیکن چونکہ ہم کو تحقیق حق مدنظر ہے۔ اور حق کی تائید کیلئے ضروری ہے کہ حق تعالیٰ کی طرف سے اس کے لئے اسباب مختلفہ اور متواتر بہم پہنچائے۔ اور قرآن و حدیث سے تسلی بخش شواہد جتلائے جائیں۔ لہٰذا اس سوال کے جواب میں بھی دو تین نظائر معروض ہیں:-

اوّل - جو ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ حضرت رسول کریمؐ کا ارشاد ہے کہ ہم کسی کو وارث نہیں کرتے۔ جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ اور اسی بنا پر انہوں نے حضرت سیدہؓ کو فدک دینے میں تامل فرمایا۔ اسی حدیث کے مطابق شیعوں کے ہاں بھی خود ائمہ معصومین اہلبیت کرام علیہم السلام سے مروی ہے۔ عن ابی عبد اللہؑ قال ان العلماء ورثۃ الانبیاء وذالک ان الانبیاء لم یورثوا درھماً ولا دینارا وانما اورثوا احادیث من احادیثھم فمن اخذ بشیئٍ منھا فقد اخذ حظاً وافرا -

(اصول کافی باب صفۃ العلم ص۱۷)

شرح حدیث مذکور بزبان فارسی - یعنی روایت است از امام جعفر صادق علیہ السلام کہ گفت بدرستیکہ دانایان ہر اُمتے بعد از پیغمبر خود وارثان پیغمبر خود اند بیان ایں آنست کہ پیغمبران بمیراث نہ گذاشتہ اند برائے اُمت خود زر و نقرہ و نہ زر و طلا نہ ابلکہ آنچہ بمیراث گذاشتہ اند برائے اُمت خود سخنے چند است از سخنان ایشاں مراد از سخنانیست کہ در بیان احکام الٰہی است خواہ در کتاب الٰہی صریح باشد و خواہ صریح نہ شدہ باشد مثل آنچہ پیغمبر ما علیہ السلام آں را صریح کردہ است در کتاب جامعہ کہ بیانش مے آید در حدیث چہاردہم باب بستم ہر کہ دانش بہم رسانیدہ بچیزے از اں سخنان پس فرا گرفتہ حصہ کاملے را از میراث چہ میراث اہل جہاں از پدران خویشاں نسبت بآں سہل است (صافی شرح کافی از ملا خلیل قزوینی باب سوم ص۸۳)

ترجمہ - روایت ہے امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہ فرمایا۔ ہر ایک اُمت کے دانا لوگ اپنے پیغمبر کے بعد اپنے پیغمبر کے وارث ہوتے ہیں۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ پیغمبروں نے اپنی اُمت کے واسطے سونا چاندی نہیں چھوڑا بلکہ جو چیز میراث میں چھوڑی اپنی اُمت کے لئے۔ وہ انکی باتوں میں سے چند ایک باتیں ہیں۔ ان باتوں سے مراد وہ باتیں ہیں جو احکام الٰہی کے بیان میں ہیں۔ خواہ وہ کتاب الٰہی میں کھلی کھلی مذکور ہوں خواہ نہ ہوں جس طرح پر کہ ہمارے پیغمبر علیہ السلام نے ان کو واضح فرمایا ہے۔ کتاب جامع میں۔ جس کا بیان باب ۲۰ کی حدیث نمبر ۱۴ میں آئیگا۔ جس کسی نے ان کلمات طیبات سے کچھ دانش حاصل کی۔ اس نے میراث مذکورہ سے کامل

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حصہ پالیا۔ کیونکہ دنیاداروں کی میراث پدری اس کی نسبت سہل ہے ؛

دوم۔ ابوبکر صدیق رضحضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذی القربیٰ کو دوسرے لوگوں کی طرح دنیوی مال و دولت کے دلدادہ اور متوفّی کے ترکہ چندروزہ نقد و جنس و املاک فانی کے حریص نہیں جانتے تھے۔ بلکہ ان کی شان والا کے مطابق ان کو علم و حکمت قرآنی اور کمالات روحانی کا وارث و مستحق مانتے تھے ؛

اغلباً تمام شیعہ مفسّرین و متکلمین کا راسخ عقیدہ ہے کہ جب خیبر کے بعد فدک فتح ہوگیا تو خدا تعالیٰ نے فوراً آیت وآتِ ذاالقربیٰ حقہّ جس کا معنیٰ ہے کہ قرابت دار کو اس کا حق دیدو۔ نازل فرمائی۔ جس کی تعمیل میں فدک حضرت فاطمہ رضکو دے دیا گیا۔ اور باوجودیکہ تاریخ اسلام سے ثابت ہے کہ فدک بغیر جنگ اور بغیر استعمال آلات حرب حضرت رسول عرب صلعم کے قبضہ میں آیا ہے۔ اور اسواسطے وہ مال از قسم فئے ہے۔ جس میں کسی کو بھی مالکانہ حق حاصل نہیں ہوتا۔ لیکن شیعہ زبردستی خیبر کی طرح بموجودگی حضرت رسول کریمؐ اسکو بھی جناب علی علیہ السّلام کے دست مبارک پر بذریعہ جنگ مفتوح مان کر صرف حضرت رسولؐ اور جناب علیؑ کے لئے اس کو مخصوص کردیتے ہیں۔ اور ان کے سوا دوسرے لوگوں کو بالکل اس میں شریک نہیں گردانتے۔ غرض یہ توجیہ بھی منجملہ اُن ایجادات بے بنیاد کے ہے۔ جو حامیان رفض نے کامل غور و خوض کے بعد اپنے عقائد خصوص کے قیام و استحکام کے لئے صدیوں سے تجویز کر رکھے ہیں۔ لیکن خود ائمہ اہلبیت کرام علیہم السّلام کی احادیث سے ثابت ہے کہ آیت وآتِ ذاالقربیٰ حقہ میں جس حق کے عطا کرنے کا ذکر ہے اس سے کوئی دنیوی جاگیر یا املاک مراد نہیں ہے۔ بلکہ وہ انبیاء کرام کی شان والا کے مطابق علم و آثار علم النبوۃ کی میراث ہے۔ جس کے مستحق جناب علی علیہ السّلام بتلائے گئے ہیں۔

چنانچہ اصول کافی میں امام محمد باقر علیہ السّلام سے مروی ہے۔ کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایّام نبوّت ختم ہوگئے اور فرض تبلیغ رسالت سے حضورؐ سبکدوش ہوگئے تو جبرئیل کے ذریعے حکم الٰہی صادر ہُوا۔ کہ اسم اکبر اور میراث علم اور آثار علم نبوّت جناب علیؑ کے حوالے کردیں۔ کیونکہ حقدار وصیّت کے وہی ہیں۔ اور آیت قرآنی وآتِ ذاالقربیٰ حقہ کے شان نزول میں یہی روایت وصیّت کی مذکور ہے۔

چنانچہ اصل عبارت موقعہ مذکور کی یہ ہے :۔

ثم قال جل ذکرہ وآتِ ذاالقربیٰ حقہ فکان علی علیہ السّلام وکان حقہ الوصیۃ التی جعلت لہٗ والاسم الاکبر و میراث العلم وآثار علم النبوّۃ۔ (اصول کافی کتاب الحجہ۔ باب الاشارۃ والنص علی امیر المومنینؑ صفحہ ۱۶۸)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اس حدیث کی شرح میں فاضل قزوینی فرماتے ہیں :-

"بعد ازاں گفت جل ذکرہ در سورۂ بنی اسرائیل وبدہ صاحب نزدیک تر راحق او۔ پس حاضر شد علی علیہ السلام برائے اخذ حق خود و بود حق او وصیتے از رسولؐ کہ گردانیدہ شد برائے او یعنی اینکہ آں حق با درسانیدہ شد۔ و اسم اکبر و میراث علم و آثار علم نبوّت" (صافی شرح اصول کافی باب ۶۴ جزو ۳ صفحہ ۳۱۲)

ترجمہ۔ اس کے بعد خداوند تعالیٰ نے سورہ بنی اسرائیل میں فرمایا کہ دیدو قرابت والے کو اس کا حق۔ اپس جناب علی علیہ السلام تشریف لائے تاکہ اپنا حق لے لیں اور حق اُن کا تھا وصیّت جو کہ جناب رسالت مآبؐ کی جانب سے اُن کے حق میں کی گئی۔ مطلب یہ ہے کہ اُن کا حق ان کو پہنچا دیا گیا۔ اور نیز اسم اکبر اور میراث علم اور آثار علم نبوّت کے ؛

سوم۔ جناب ابوبکر صدیقؓ فدک کو از قسم مال فے مانتے تھے۔ کیونکہ وہ اُن کے سامنے دن دہاڑے بغیر کسی قسم کی جنگ و فوج کشی و آلات حرب استعمال کرنے کے آنحضرت صلعم کے تصرّف میں آیا تھا۔ اور مال فے میں نبیؐ اور اس کے بعد نبیؐ کے جانشین کو حق مالکانہ نہیں بلکہ صرف حق متصرّفانہ حاصل ہوتا ہے جس سے وہ اپنا اور اپنے اہلبیت کا خرچ خوراک نکال کر باقی کا تمام مستحقین میں تقسیم کر دیتے ہیں۔ اور جیسے کہ سورہ حشر کی آیات میں مال فے کی تقسیم مفصّل مذکور ہے۔ اس میں کسی خاص فرد یا خاص خاندان کی ملکیّت یا ورثہ بالکل ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ کیونکہ جب اس قسم کے املاک ورثہ کی مدّ میں داخل کیئے جائیں تو موجودہ اور آئندہ ہزارہا مستحقین کی حق تلفی اور دولتمندوں کی دست نگری اور در بدری کا اندیشہ ہے۔ اسی واسطے آپؓ کا عمل حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے عمل کے مطابق رہا۔ اور اس سے سر مو آپؓ نے تجاوز نہ فرمایا۔ لیکن شیعہ صاحبان کا دعویٰ ہے کہ فدک بغیر فوج کشی مفتوح نہیں ہوا۔ بلکہ خود جناب رسالتمآبؐ اور حضرت علی علیہ السّلام نے بلا شرکت غیرے اس پر چڑھائی کی اور اس پر قابض ہوئے۔ اسواسطے یہ ان ہی ہر دو بزرگوں کا خالصہ ہے۔ لیکن تاریخی طور پر اس کا ثبوت آجتک پیش نہیں کر سکے اور نہ آئندہ اُمید ہے کہ کر سکیں ؛

البتہ آیت وآتِ ذا القربیٰ حقہٗ کے شان نزول میں حضرت سیّدہؑ کو فدک عطا کر نیکے بارہ میں ایک روایت بنا رکھی تھی۔ لیکن اوّل تو سیاق وسباق آیت سے اس قسم کے استدلال کی کوئی تائید وتصدیق نہیں ہوتی۔ دوسرے خود مرویات ائمہ کرام میں سے بھی فدک کا از قسم فے ہونا ثابت ہے ؛

چنانچہ حوالہ جات ذیل سے ایک حق پسند انسان کی تسلّی ہو سکتی ہے :-

(۱) امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام اور مہدی پسر منصور دوانیقی (اصل نام محمد بن عبد اللہ) جو ۱۵۸ ہجری میں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خلفائے عباسیہ میں سے تیسرے نمبر پر ہوئے ہیں۔ کے مابین جو گفت وشنید فدک کے واپس دیئے جانیکے متعلق ہوئی ہے۔ اور خود اصول کافی میں وارد ہے۔ اس کے آخر میں امام موصوف ہی کی زبان مبارک سے فدک کے بارہ میں ذیل کا جملہ مروی ہے:۔

"قال نعم یا امیرالمؤمنین هذا کلہ ان هذا کلہ مما لم یوجف اهله علی رسول اللہ بخیل ولا رکاب" (اصول کافی کتاب الحجۃ باب الفیئ والانفال صفحہ ۳۵۵)

فاضل قزوینی نے اس کی شرح فارسی میں یوں لکھی ہے:۔

"گفت آرے اے فلان ایں ہمہ است بدرستیکہ ایں ہمہ از جملہ چیزے است کہ نہ دوانیدہ بر اہل آں رسول اللہ اسپان لشکر را و نہ شتران سواری لشکر را" (صافی شرح کافی جزء سوم حصہ دوم حدیث نمبرہ صفحہ ۳۶)

نوٹ:۔ اصل روایت کے جملہ محولہ بالا میں جو "اهله علی" وارد ہے۔ اس کا جو ترجمہ شارح نے فرمایا ہے۔ وہ درست نہیں تھا۔ بلکہ بجائے اسکے "علیٰ اهله" ہو تو ترجمہ درست ہو سکتا ہے۔ اسی واسطے شارح نے لکھ دیا ہے کہ یہ کاتبوں کی غلطی سے لکھا گیا ہے اور اهله علی کی جگہ علیٰ اهله چاہیئے۔

"ظاہر آنست کہ دریں جا از کاتبان غلطی شدہ باشد و بجائے "اهله علی" باید علی اهله" (صافی صفحہ ۳۶)

اس روایت سراپا ہدایت سے نہایت واضح طور پر ثابت ہو گیا۔ کہ فدک بھی اس قسم کے املاک میں سے ہے۔ جسکے باشندوں پر رسول اللہ صلعم نے نہ گھوڑے دوڑائے نہ اونٹ سواری کے۔

(ب) فاضل مجلسی ایک روایت شیخ طبرسی سے بیان کرتے ہیں۔ جس میں اہل خیبر کی صلح کی بابت مذکور ہے کہ شرائط صلح یہ تھے۔ کہ ان کی قوم کا خون محفوظ رہے گا اور ان کے بال بچے بیویاں ان کے پاس رہنے دیئے جائینگے۔ اور ان کے گھر بار کھیتی باڑی مال و متاع سب آنحضرت صلعم کے ہونگے۔ سوائے اس لباس کے جو کہ ان کے تن بدن پر موجود ہے۔ پس آنحضرت صلعم نے ان کے ہمراہ اس طرح پر صلح فرمائی اور جب فدک والوں نے اس فیصلہ کو سنا انہوں نے بھی پناہ مانگی۔ اور اسی طرح آنحضرت صلعم کے ساتھ صلح کی۔ پھر اہل خیبر نے عرض کیا کہ ہم لوگ دوسرے آباد کاروں کی نسبت اس کو بہتر آباد کر سکیں گے۔ اسے ہمارے پاس ہی رہنے دیجئے۔ کہ نصف پیداوار ہماری رہیگی اور نصف آپکی ہوگی۔ حضرت صلعم راضی ہو گئے اور اسی طرح ان سے معاملہ کیا اور شرط کی کہ ہم جب چاہیں گے۔ ان کو علیحدہ کر دینگے۔ اور فدک والوں نے بھی آنحضرت صلعم کے ہمراہ اسی طرح کی قرارداد کی۔ پس خیبر میں سب مسلمانوں کا حصہ شامل تھا۔ کیونکہ جنگ کرنے کے بعد ہاتھ آیا اور فدک آنحضرت صلعم کے لئے مخصوص ہوا۔ کیونکہ انہوں نے بغیر جنگ کے حوالے کر دیا۔

"پس آنجناب با ایشاں بایں نحو صلح کرد۔ و چوں اہل فدک ایں قضیہ را شنیدند آنہا نیز امان طلبیدند۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

وبا ایں نحو با حضرت صلح کردند۔" (حیات القلوب جلد ۲ باب ۲۵ از بیان فتح خیبر صفحہ ۲۱۶)

ان ہر دو روایات سے بخوبی واضح ہو گیا کہ فدک بغیر جنگ کے مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ اور اسی واسطے وہ املاک قسم فے سے ہے۔ جس میں نہ ورثہ چل سکتا ہے۔ اور نہ اس کا ہبہ ہو سکتا ہے۔ اس واسطے جو فیصلہ بحیثیت قائم مقام پیغمبرؐ جناب صدیقؓ نے فرمایا۔ چونکہ اسکی بنا حق پر ہے۔ اسواسطے وہ فیصلہ بھی سراسر حق بجانب ہے۔ اور خود ائمہ کرام اور علمائے عظام کے اقوال سے بھی بوجہ احسن اسکی تائید ہو گئی۔ بلکہ تاریخی طور پر بھی کئی دفعہ اس کی تصدیق ہو چکی ہے۔ جیسے عمر بن عبدالعزیز کے عہد معدلت مہد میں جبکہ فدک بنی فاطمہ کو واپس دیا گیا اور پھر مہدی عباسی کے عہد خلافت میں جبکہ خود امام محمد موسیٰ کاظم علیہ السلام نے محمد بن عبداللہ پسر منصور دوانیقی خلیفہ عباسی سے واپسی فدک کی استدعا فرمائی۔ مفصل روایت اصول کافی اور اسکی شرح صافی میں مندرج ہے۔ اور اسی روایت کا آخری فقرہ ہے جو حوالہ نمبر ۱ میں لکھا گیا ہے۔

سوال نمبر ۵۔ حضرت اُم کلثوم بنت حضرت علیؑ کے نکاح کا ثبوت حضرت عمرؓ کے ساتھ از کتب شیعہ مطلوب ہے۔

جواب۔ باوجودیکہ یہ ایک تاریخی واقعہ ہے۔ اور اس کا ذکر فریقین کی معتبر کتابوں میں آچکا ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ مخالفین خلفائے راشدینؓ کو اس واقعہ سے بھی انکار ہے لیکن بقول شخصے وہ انکار نہ کریں تو پھر اور سوائے اس کے چارہ کار و راہ فرار ہی کونسا ہے؟

سو واضح ہو کہ اہلسنّت کی معتبر کتاب بخاری میں ضمناً اس نکاح کا ذکر آگیا ہے۔ شیعہ کی معتبر کتاب کافی میں متعدد روایات ہیں۔ جن سے اس واقعہ کی تصدیق بوجہ احسن ہو جاتی ہے۔ علاوہ ازیں یہ عقد تاریخ اسلامیہ کی قدیم سے قدیم اور مستند کتابوں مثلاً طبری وغیرہ سے بھی ثابت ہے اور پھر اور تو اور خود شیعہ کی سب سے معتبر تاریخی کتاب ناسخ التواریخ میں بھی اسکی تصدیق ہم نے بچشم خود دیکھ لی ہے اب ناظرین خود انصاف کریں کہ اس سے بڑھ کر اس واقعہ کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے؟ ذیل میں صرف بخاری اور کافی کے حوالے دے دیتا ہوں۔

حوالہ بخاری در بارہ عقد حضرت ام کلثومؓ بنت جناب علی علیہ السلام ہمراہ جناب عمر فاروقؓ۔ ایک موقعہ پر حضرت عمرؓ عہد خلافت خود میں عورتوں میں چادریں تقسیم کر رہے تھے۔ کہ ایک چادر بچ رہی۔ سوال پیدا ہو گیا تھا کہ یہ کس کو دی جائے۔ اس پر حاضرین نے عرض کیا:۔

"یا امیر المؤمنین اعط ھذا ابنۃ رسول اللہ التی عندک یریدون ام کلثوم" بخاری کتاب الجہاد

یعنی اے امیر المؤمنین یہ جناب رسول اللہ صلعم کی صاحبزادی ہی کو دیدیجئے جو آپکے پاس ہیں اور اس سے ان کی مراد ام کلثومؓ تھیں +

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حوالہ کافی:۔

ا۔ فروع کافی میں تو ایک مستقل باب ہے۔ جس کا نام ہی "باب فی تزویج ام کلثومؓ" ہے:۔

"عن ابی عبد اللہ علیہ السّلام فی تزویج ام کلثوم فقال انّ ذٰلك فرج غصبناہ" (فروع کافی جلد ۲ کتاب النکاح ص۱۴۱)

یعنی نکاح ام کلثومؓ کی نسبت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے دریافت ہوا تو فرمایا کہ وہ تو وہ لڑکی ہے جس کو ہم سے چھین لیا گیا۔

ب۔ عن ابی عبد اللہ علیہ السّلام قال لما خطب الیہ قال لہ امیر المؤمنین انہا صبیۃ قال فلقی العباسؓ فقال لہ مالی ابی باس فقال وماذاك قال خطبت الی ابن اخیك فیردنی اما واللہ لاعودن زمزم ولا ادع لکم مکرمۃ الاھدمتھا ولاقیمن علیہ شاھدین بانّہ سرق ولاقطعن یمینہ فاتاہ العباس فاخبرہ وسالہ ان یجعل الامر الیہ فجعلہ الیہ" ؍ ؍ ص۱۴۱

ج۔ پھر اسی کتاب کے کتاب الطلاق میں ایک باب ہے کہ عورت مدخولہ کا خاوند اگر فوت ہو جائے تو وہ عدت کہاں پوری کرے اور اس پر کیا کچھ واجب ہے۔

جناب امام جعفر صادق علیہ السّلام سے کسی نے یہی مسئلہ دریافت کرتے ہوئے پوچھا کہ متوفّی خاوند کی بیوہ عدّت کو اپنے ہی گھر میں پورا کر سکتی ہے یا کہ جہاں پر چاہے تو امام موصوف نے فرمایا:۔

بل حیث شاءت ان علیّاً صلوات اللہ علیہ لما توفی عمر اتی ام کلثوم فانطلق بہا الی بیتہ"

د۔ اسی روایت کے متّصل بعد میں بھی یہی سوال و جواب ہے۔ اور اس میں یہ الفاظ ہیں:۔

"قال بل حیث شاءت ثم قال ان علیا صلوات اللہ علیہ لما مات عمر اتی ام کلثوم فاخذ بیدھا فانطلق بہا الی بیتہ" (فروع کافی جلد ۲ ص۳۱۱ و ۳۱۲)

سوال نمبر ۶۔ کیا خلفائے راشدین کی تعریف اماموں کی زبانی کہیں مذکور ہے؟

جواب۔ ۱۔ امام حسن علیہ السّلام کی زبان مبارک سے تعریف سُنئے:۔

جو صلح نامہ مابین امیر معاویہؓ اور امام حسن علیہ السلام لکھا گیا۔ اس کی پہلی شرط ہی ملاحظہ کی جائے:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حسنؑ بن علیؑ بن ابیطالب نے معاویہؓ بن ابو سفیان سے اس شرط پر صلح کی کہ درمیان مردم بکتاب خدا و سُنّت رسول خدا و سیرت خلفائے شائستہ عمل کرے اور شرط یہ ہے کہ اپنے بعد

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کسی کو اس کام پر معین نہ کرے"۔ جلاء العیون علامہ مجلسی اُردو باب ۲ فصل پنجم ص ۳۱۵

ب۔ امام جعفر صادق علیہ السّلام کی زبانی اُن کے صاحبزادے امام موسیٰ بن جعفر روایت کرتے ہیں کہ کسی شخص نے والد بزرگوار سے آکر آیت الّذین ان مکنّاھم فی الارض اقاموا الصّلٰوۃ واٰتوا الزکوٰۃ کا مطلب دریافت کیا۔ امام موصوف نے فرمایا کہ ہاں یہ آیت تو ہماری شان میں نازل ہوئی ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ ابوبکر اور عمر اور ایک جماعت جو اُن کے ہمراہ تھی اور اُن سب کے نام امام موصوف نے ارشاد بھی فرمائے تھے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا کہ اے رسول اللہ ص یہ امر یعنی امارت اور خلافت حضور ص کے بعد کس کا حق ہوگا؟ خدا کی قسم اگر حضور ص کے اہلبیت میں سے کسی کو مل گئی تو ہم ان کی طرف سے اندیشناک ہیں۔ اور اگر اُن کے سوا کسی اور کو ملی۔ تو شاید وہ ہمارے ساتھ زیادہ سلوک و مروّت کرے۔ پس اس بات سے حضرت صلعم بہت زیادہ غضبناک ہوگئے۔ اور فرمایا اگر خدا انکو زمین پر قدرت بخشے البتہ وہ نمازوں کو اپنے وقت پر ادا کریں اور زکوٰۃ کو مستحقین میں تقسیم کریں اور البتہ وہ نیکی کرنیکا حکم کریں اور بدی سے روک تھام کریں۔ (اب آگے ملاحظہ فرمائیے۔ راقم مضمون)

"البتہ خدا برخاک مذلّت میمالد بینی مردانے چندرا کہ دشمن دارند شمارا و دشمن دارند اہلبیت وفرزندان مرا" حیات القلوب جلد ۳ باب دوم ص ۱۶۷ و ۱۶۸

یعنی خدا اُن چند لوگوں کی ناک کو جو کہ دشمنی رکھتے ہیں تم (ابوبکر رض و عمر رض۔ راقم) سے اور دشمنی رکھتے ہیں میرے اہلبیت اور اولاد کے ساتھ۔ ضرور ذلّت کی خاک سے آلودہ کریگا۔

ج۔ تعریف و توصیف اصحاب ثلاثہ رض علیحدہ علیحدہ نمبروار :-

ابوبکر رض مروی ہے کہ ابوبکر رض صدیق کے حق میں آنحضرت صلعم عموماً مجمع صحابہ رض میں اکثر دفعہ فرمایا کرتے تھے کہ ابوبکر رض جو ایمان لانے اور صوم و صلوٰۃ میں تم سے سبقت لے گئے تو اسکی کوئی اور وجہ نہیں بلکہ یہ بسبب اُس (استقامت ایمانی) کے ہے جس نے اُن کے سینہ میں گھر کر لیا۔ وکان النبی ص یقول دائماً بین جماعۃ اصحابہ ما سبقکم ابوبکر بصوم ولا بصلوٰۃ ولاکن بشیءٍ وقر فی صدرہٖ (رسالہ کشکول علامہ حیدر علی نسخہ قلمی موجودہ بہار لائبریری کلکتہ و مجالس المومنین فاضل شوستری ترجمہ سلمان فارسی ص ۸۸)

عمر رض ابتدائے بعثت نبوّت میں جبکہ مومنین کی تعداد قلیل تھی۔ اور آنحضرت صلعم رات دن اس غم میں گھلے جاتے تھے کہ یہ لوگ کیوں ایمان نہیں لے آتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ بعض خاص آدمیوں کے لئے حضور صلعم دعائیں بھی مانگا کرتے تھے۔ چنانچہ منقول ہے کہ عمر بن الخطاب اور ابوجہل کے لئے یُوں دعا فرماتے تھے:-

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اللّٰھم اَعِزِّ الاسلامَ بعمر بن الخطاب او بابی جھل بن ھشام۔ تفسیر صافی مُلّا محسن فیض سورہ کہف تحت آیت وما کنت متخذ المضلّین عضداً ۔ جزو ۲ صفحہ ۲ مطبوعہ بمبئی۔

یعنی اے اللہ امداد فرما اسلام کی ساتھ ایمان لانے عمر بن خطاب کے یا ساتھ ایمان لانے ابی جہل بن ہشام کے۔

ب۔ وکان النبیؐ لما یجد من اذی عمر بن الخطاب وابی جھل بن ھشام یقول اللّٰھم اید ھذا الدین ولو باحد ھذین الرجلین اما عمر و ابی جھل۔ کشکول ذکر مومنین سابق الایمان۔

ترجمہ۔ اور آنحضرت صلعم کو جب کبھی عمر اور ابی جہل کی جانب سے تکلیف پہنچتی تو دست بدعا ہو کر فرماتے اے اللہ اس دین کی امداد فرما دے۔ خواہ ان دو شخصوں میں سے کسی ایک ہی کے ایمان لے آنے سے۔

عثمانؓ حضرت عثمانؓ کے فضائل و مناقب و خدمات اسلامی کے متعلق اگر مختصراً بھی لکھا جائے تو ایک طومار بن جائے۔ سردست بطور مشتے نمونہ خروارے از ہزار صرف صلح حدیبیہ کے مشہور و معروف تاریخی واقعہ سے کسی قدر مختصراً عرض کر دیتا ہوں۔ جو کہ امام جعفر صادق علیہ السّلام سے کافی جیسی معتبر کتاب میں مروی ہے۔ اور علاوہ اس کے حیات القلوب وغیرہ کتب معتبرہ شیعہ میں بھی مذکور ہے۔ اس روایت میں آیا ہے۔ کہ حضرت عثمانؓ کو مشرکین مکّہ کے پاس جب آنحضرت صلعم نے اپنا خاص رسول (ایلچی) بنا کے بھیجا۔ مشرکین نے اُن کو وہاں قید کر لیا۔ پھر آنحضرت صلعم کے پاس خبر آئی کہ مشرکین نے عثمانؓ کو شہید کر دیا۔ آنحضرت صلعم کو اس قدر صدمہ ہُوا کہ فرمایا اس جگہ سے حرکت نہ کرونگا جب تک کہ اُن سے جنگ نہ کروں۔ اور لوگوں کو بیعت کرنے کی دعوت نہ دوں۔ پس آپ اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور ایک درخت سے تکیہ لگا لیا۔ اور صحابہؓ کرام نے آنحضرت صلعم سے بیعت کی اور اقرار کیا کہ مشرکین کے ساتھ جہاد کرینگے۔ اور راہ فرار اختیار نہ کرینگے۔

پھر حیات القلوب میں وارد ہے۔ بروایت کلینی کہ حضرت صلعم نے اپنے ایک دست مبارک کو دوسرے دست مبارک پر مارا اور اس طرح پر عثمانؓ کی بیعت لی۔

اسکے بعد کلینی کی اصل عبارت ملاحظہ ہو۔ اور اس کا ترجمہ ملا باقر مجلسی سے بزبان فارسی۔

وقال المسلمون طوبیٰ لعثمان قد طاف بالبیت وسعی بین الصفا والمروۃ واحل فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم ما کان لیفعل فلما جاء عثمان قال لہٗ رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم اطفت بالبیت فقال ما کنت لاطوف بالبیت ورسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم لم یطُف بہ۔ (فروع کافی ج ۳ کتاب الروضۃ روایت غزوہ حدیبیہ صفحہ ۱۵۱)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ترجمہ عبارت محولہ بزبان علامہ مجلسی۔

پس مسلمانان گفتند خوشا حال عثمان کہ طواف کعبہ کرد و سعی میان صفا و مروہ کرد و محل شد حضرت فرمود کہ نخواہد کرد چوں عثمان آمد حضرت پرسید کہ طواف کردی گفت چوں تو طواف نکردہ بودی من نکردم“ حیات القلوب باب ۳۸ در بیان غزوہ حدیبیہ جلد ۲ صفحہ ۴۰۴

ترجمہ اردو از راقم آثم۔ پھر مسلمانوں نے کہا کہ عثمانؓ کیسے خوش نصیب ہیں کہ کعبہ کا طواف کر لیا اور کوہ صفا و مروہ کے درمیان دوڑ بھی لیا اور احرام سے فارغ ہو گئے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ نہیں کرے گا۔ جب عثمانؓ (مکہ کی سفارت سے واپس آنحضرت صلعم کی خدمت میں) آئے تو حضور صلعم نے دریافت کیا کہ تم نے طواف (کعبہ) کیا۔ عثمانؓ نے عرض کیا کہ چونکہ حضورؐ نے طواف نہیں فرمایا تھا میں نے بھی نہ کیا“

لیکن جو فقرہ اصل روایت عربی میں ہے۔ جناب مجلسی کے ترجمہ فارسی میں میرے خیال میں اس کا مفہوم کما حقّہ واضح نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ فقرہ مذکورہ کا لفظی ترجمہ یہ ہے۔ تو عثمانؓ نے عرض کیا۔ میں (رسولؐ کا رسول ہو کر) کعبہ کا طواف کس طرح کرتا۔ جبکہ خدا کے رسولؐ نے اس کا طواف نہ فرمایا تھا ؂

اب بالغ نظر ناظرین! انصاف سے فرمائیں کہ جو قابل فخر شہادت حضرت عثمانؓ کے علوِ ایمان و حسن اعتقاد و حبّ رسول صلعم کے متعلق اس روایت میں مذکور ہے۔ اس کا انکار کون کر سکتا ہے۔ اس سے بڑھکر کوئی تعریف ہو سکتی ہے۔ کہ آنحضرت صلعم جیسا مخبر صادق و شاہد عادل حضرت عثمانؓ کے پس پشت انکی بیعت لیتا ہے اور پھر کس طرح پر کہ اپنا ایک ہاتھ عثمانؓ کا ہاتھ قرار دیکر۔ پھر جب سب صحابہ کرامؓ عرض کرتے ہیں کہ عثمانؓ تو ضرور مکہ میں پہنچکر سب سے پہلے طواف کعبہ سے مشرف ہو گئے تو آنحضرت صلعم فرماتے ہیں کہ ایسا ہرگز ممکن نہیں چنانچہ جب عثمانؓ واپس تشریف لائے تو حضرت صلعم نے انہی صحابہؓ کے روبرو عثمانؓ سے طواف کا سوال کیا تو حضرت عثمانؓ نے جو مخلصانہ و نیازمندانہ جواب عرض کیا ہے۔ اس سے جہاں ایک طرف حضرت رسالتمآبؐ کے ارشاد صداقت بنیاد کی تصدیق ہو گئی۔ حضور نے غائبانہ عثمانؓ کی صداقت و غیرت ایمانی کے اظہار میں صحابہ کرامؓ سے فرمایا۔ وہاں دوسری طرف حضرت عثمانؓ کی للّٰہی محبّت رسولؐ اور کمال خلوص و ارادت کا بھی بوجہ احسن مثل روز روشن اظہار ہو گیا۔ اور پھر عثمانؓ کے شہید ہو جانے کی محض افواہ سُنکر جو آنحضرت صلعم نے انہی قاتلوں پر ان کا انتقام لینے کی خاطر تمام صحابہ کرامؓ سے بیعت لی۔ اور خداوند کریم نے اس کا ذکر اپنے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کلام پاک میں خاص طور پر فرمایا۔ بلکہ منجملہ علامات ایمان قرار دیا۔ اور اس کے مبایعین کو رضا مندیٔ الٰہی کا قابل فخر سرٹیفکٹ عطا فرمایا۔ جیسے کہ وارد ہے۔ لقد رضی اللّٰہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ (سورہ فتح رکوع ۳) یعنی جب وقت مومنین تم سے درخت کے نیچے (لڑنے مرنے کی) بیعت کر رہے تھے۔ تو خدا اُن سے ضرور خوش ہوا۔

ب۔ پھر جیش العسرۃ یعنی جنگ تبوک کے نازک موقعہ پر حضرت عثمانؓ نے جو حسب ارشاد نبوی لشکر اسلام کی ضروریات کا بیشتر حصّہ اپنے ذمّہ لیکر نقد و جنس سے کافی و وافی اعانت فرمائی چنانچہ منقول ہے کہ انہوں رضی نے تین سو اونٹ مع ساز و سامان ایک ہزار مثقال سونا بارگاہ رسالتمآبؐ میں لا حاضر کیا۔ اسکو دیکھ کر آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ اللّٰھم ارض عن عثمان فانی عنہ راض۔ (دیکھو ناسخ التواریخ جلد اوّل کتاب دوم صفحہ ۳۲۳ مطبوعہ ایران) باقی جیش العسرۃ میں اعانت کرنیوالوں کی تعریف و توصیف سورہ توبہ میں ملاحظہ ہو۔

پیارے معترض صاحب! اور اُن کے ہم مشرب!! خدا کے واسطے ٹھنڈے دل سے ان نکات اور واقعات کو جو قرآن وحدیث اور تاریخ اسلام میں بفضلہ موجود اور محفوظ ہیں اور انشاءاللہ ہمیشہ رہینگے۔ ملاحظہ فرمائیں۔ کہ جو شکوک اور شبہات اُن کے دل میں خلفائے راشدینؓ کی بابت موجزن ہیں۔ وہ کہاں تک راستی پر مبنی ہیں؟ اور ساتھ ہی یہ کہ خلفائے راشدین نے اسلام کی دولت سے مشرف ہو کر کہاں تک خدمت اسلام میں کامیابی حاصل کی؟ اور اس خدمت اسلام اور نصرت دین کے عوض میں رسول اکرم نے انکو کیسے کیسے مدارج اعلیٰ عطا فرمائے۔ پس یاد رکھو اور بالیقین جان لو کہ اگر ابو بکر صدیقؓ واقعی سابق الایمان نہ ہوتے اور عمر فاروقؓ معاون و معین اسلام ناصر پیغمبر اسلام نہ ہوتے اور عثمان غنیؓ جان و مال سے فدائے دین مبین نہ ہوتے تو وہ ہرگز رضی اللّٰہ عنہم و رضوا عنہ اور اللّٰھم ارض عن عثمان فانی عنہ راض کے مطابق خدا اور رسول خداؐ کے برگزیدہ اور پسندیدہ نہ ہوتے۔ اور اگر بقول روافض اگر واقعی وہ منافق اور طالبان وجاہت و ریاست ہوتے تو کم از کم وہ مسند آرائے خلافت رسول مقبولؐ تو ہرگز نہ ہوتے۔ کیونکہ اس مقدس منصب پر سرفراز ہو جانا ہی اُن کے مومن صادق اور خلیفہ برحق ہونے کی بیّن دلیل ہے۔ لیکن کیا مزے کی بات ہے کہ جب کبھی بیچارے اہل سُنّت والجماعت اصحاب ثلاثہؓ کو امیر المومنین اور خلفائے راشدین کہتے ہیں۔ تو روافض اس سے ناک بھوں چڑھا کر جھٹ اعتراض کر دیتے ہیں کہ ارے بھولے بھالے سُنّیو! پہلے ثلاثہ کا ایمان تو ثابت کرو۔ اُن میں تو یہ نقص تھا۔ وہ عیب تھا۔ فلاں موقعہ پر فلاں گناہ کے مرتکب ہوئے۔ بھلا ایسے لوگ بھی خلافت جیسے مقدس منصب کے اہل ہو سکتے ہیں؟ لیکن آجتک انہوں نے اتنا غور کرنے کی تکلیف گوارا نہیں فرمائی کہ آیت استخلاف میں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جو خدا نے وعدہ حتمی فرمایا تھا کہ تم میں سے جو ایمان لائے اور اعمال اچھے کیے۔ البتہ اللہ تعالیٰ انکو ضرور اس زمین میں خلیفہ بنائے گا۔ جیسے کہ اس نے اگلوں کو بنایا تھا۔ اور اُن کے دین کو جو کہ خدا کا پسندیدہ دین ہے۔ تقویت دیگا۔ اور اُن کے خوف و ہراس کو امن سے بدل دیگا۔ دوسرے لفظوں میں گویا یہ مطلب ہے کہ جو منافق اور غیر صالح عمل رکھتے ہونگے اُنکو ہم کے ذریعے دین اسلام کو مستحکم کرنے کے کیا معنے؟ اب شیعہ و سُنّی اور سب اہل اسلام بخوبی جانتے ہیں کہ بعد رسول صلعم کے ابو بکرؓ ہی خلیفہ ہوئے یا خلیفہ بنائے گئے۔ تو اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ واقعی مومن تھے اور اعمال صالح رکھتے تھے۔ اور اگر وہ مومن صادق نعوذ باللہ نہ ہوتے تو حسب وعدہ خدائی وہ ہرگز خلافت کے وارث نہ ہو سکتے۔ اور جبکہ دوسرے معتبر حوالوں سے اُنؓ کا اور جناب عمر فاروقؓ کا اور جناب ذی النورینؓ کا واقعی مومن اور حامی اسلام ہونا اور دین کی خاطر جان و مال کو قربان کرنیوالے بھی ثابت کر دیا گیا۔ تو پھر اُن کے خلفائے راشدین ہونے میں کیا شک و شبہ رہ گیا؟ جن سے خدا راضی رسول خداؐ راضی اور حضرت سیدہؓ بھی آخر راضی ہو گئیں اب شیعہ نہیں بلکہ روافض اُن سے راضی نہ ہوں تو فرمائیے اس کا نتیجہ کیا نکلے گا؟ اور اس تیرہ سو برس کے طویل عرصہ میں کیا نتیجہ نیک نکلا ہے؟ پس ایسے بزرگواروں اور خدا اور رسول مقبول کے پیاروں پر بجائے اس کے کہ صبح و شام صلوات و سلام کے تحفے بھیجے جائیں جیسے کہ ارشاد واجب الانقیاد رب العباد ہے۔ ربّنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلًّا للّذین اٰمنوا ربّنا انّک رءوف رّحیم پ ۲۸ (پروردگارا ہماری اور اُن لوگوں کی جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں مغفرت کر اور مومنوں کی طرف سے ہمارے دلوں میں کسی طرح کا کینہ نہ آنے دے پروردگارا بیشک تُو بڑا شفیق نہایت رحم والا ہے) اور بارگاہ ربّ الوہاب سے ثواب بے حساب واجر وافر کے اپنے آپکو مستحق بنائیں۔ بے نقط لعنت و تبرّا کے تیر چلانا اور اُن پاکبازوں اور رموز شریعت کے محرم رازوں اور رسول صلعم کے دوستوں و دمسازوں کی عیب جوئی اور طعن و تشنیع میں جی بہلانا کہاں کی مسلمانی اور مومنوں کی نشانی ہے؟ کیا ہی بہتر ہو کہ میرے پیارو! آج ہی سے گذشتہ گستاخیوں سے صدق دل سے تائب ہو کر اہلبیت کرامؑ حضرت رسولؐ امامؑ کے ساتھ اصحاب عظامؓ رسولؐ و مہاجرینؓ و انصارؓ کے حزب مقبول کی معرفت حاصل کر کے اُنؓ کے قدر شناس بنجاؤ۔ اور اُنؓ کے قابل رشک اور بے نظیر کارناموں اور روزمرہ اعمال بے مثال اور مُتّقیانہ کاموں کو اپنی زندگی کا دستور العمل بناؤ۔ اور رضائے الٰہی کی نعمت عظمیٰ سے بقدر استعداد و اخلاص بہرہ وافر پاؤ۔ والسّلام علےٰ من اتبع الھدیٰ +

خاتمہ:- سردست اسی قدر کافی ہے۔ مولا کریم اس مختصر تحریر کو بہتوں کی ہدایت کا ذریعہ بنائے۔ اگر زندگی

مومن کو خلیفہ نہیں بنائیگا ... [illegible]

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نے وفا کی تو ارادہ ہے کہ عنقریب ایک رسالہ شائع کروں۔ جس میں اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے ایمان اور نص خلافت کا ثبوت کتب معتبرہ شیعہ سے دیا جائے۔ کیونکہ فریقین کے جملہ متنازعہ فیہ مسائل میں سے اہم اور مہتم بالشان اور فیصلہ کن و نتیجہ خیز یہی ہے۔ وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین ؕ

احقرالآثم ابو محمد یحیٰی خادم حسین خادم۔ بھیرہ

خلیفہ ثانی
حضرت عمر رضی اللہ عنہ

ملکی و مذہبی نظام کیلئے فاروق اعظمؓ نے جابجا قاضی۔ امیر۔ تحویلدار واعظ اور مبلغ مقرر کئے۔ ڈاک۔ پولیس اور تعلیم و تبلیغ کا خاطرخواہ بندوبست کیا۔ آبپاشی اور خلق خدا کی آسائش کیلئے جابجا کوئیں کھدوائے۔ بحر احمر اور دریائے نیل سے ایک بہت بڑی نہر نکالی۔ جس سے تجارت۔ زراعت اور پیداوار کو نمایاں ترقی ہوئی۔ مختلف مقامات پر تقریباً ساڑھے چار ہزار مسجدیں تعمیر کرائیں۔ اقتصادی ترقی کے لئے اپنے ممالک محروسہ سے غیر ممالک کی تجارتی تعلقات قائم کرنے کی اجازت دی۔ اور دیگر ممالک کی پیداوار پر مناسب خراج مقرر کیا۔ حفاظت ملک کے لئے واجبی ٹیکس لگایا۔ غرض ہر کام کو انتہائی غور و تدبر سے روبراہ کیا +

عرب میں اگرچہ لکھنے پڑھنے کا رواج قدیم سے چلا آتا تھا۔ لیکن زمانۂ اسلام میں یہانتک نوبت پہنچ چکی تھی کہ صرف قبیلہ قریش میں سات آدمی لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ اور حساب کتاب سے تو بالعموم لوگ بے بہرہ تھے۔ چنانچہ ۱۲ھ میں جب مکہ فتح ہوا۔ تو ساری فوج میں ایک شخص بھی ایسا نہ نکلا۔ جس کو حساب کتاب میں مہارت ہو۔ اور مال غنیمت کو صحیح طور پر تقسیم کر سکے۔ مجبوراً لوگوں کو ایک چاردہ سالہ لڑکے (زیاد بن ابی سفیان) کی طرف رجوع کرنا پڑا۔ اور اس کی تنخواہ دو درہم یومیہ مقرر کی گئی +

آئندہ کے لئے پورے ملک کے طول و عرض میں درسگاہیں جاری کر دی گئیں +

حضرت عمرؓ نے پولیٹکل خطبے دیئے۔ جن میں بظاہر معمولی باتیں ہوتی تھیں۔ مگر اصل میں بہت سے پہلو نکلتے تھے قوت تقریر کے ساتھ تحریر میں بھی آپ کو کمال حاصل تھا +

ملکی انتظام کے بعد حضرت عمرؓ نے ہر ایک ضلع میں جدا جدا عدالتیں قائم کیں۔ اور مندرجہ ذیل قاضی مقرر کئے:۔

(۱) عبداللہ بن مسعود (۲) شریح (۳) جمیل بن معمر (۴) ابو مریم حنفی (۵) سلمان بن ربیعہ (۶) عبدالرحمٰن بن ربیعہ (۷) ابوقرۃ (۸) عمران بن حصین +

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ایک فرمان میں گورنر کوفہ کو عدالت کے متعلق یہ قانونی احکام تحریر کیئے :-

(۱) سب کو ایک آنکھ سے دیکھے۔ اور بار ثبوت مدعی پر ہو۔ (۲) مدعا علیہ اگر کوئی شہادت یا ثبوت نہ رکھتا ہو۔ تو اس سے قسم لی جائے۔ (۳) فریقین ہر حالت میں صلح کر سکتے ہیں۔ مگر قانونی امر کے خلاف صلح نہیں ہو سکتی۔ (۴) اگر مقدمہ فیصل ہو چکا ہو۔ تو اس کی نگرانی ہو سکتی ہے۔ (۵) مقدمہ کی پیشی کی تاریخ مقرر ہونی چاہیئے۔ اگر مدعا علیہ حاضر نہ ہو۔ تو یکطرفہ فیصلہ دیا جائے۔ (۶) ہر ایک مسلمان گواہی دے سکتا ہے۔ مگر جو شخص سزا یافتہ ہو۔ یا اس کا جھوٹی گواہی دینا ثابت ہو۔ اس کی گواہی نہیں لی جا سکتی *

آپؓ کو اس بات کا بیحد خیال تھا۔ کہ ہر ایک شخص جھوٹے سچے فتوے نہ دینے لگ جائے۔ اور غلط مسئلے رائج نہ ہو جائیں۔ آپؓ نے خاص مُفتی مقرر کیئے۔ ان کے نام یہ ہیں۔ حضرت علیؓ۔ حضرت عثمانؓ۔ معاذ بن جبلؓ۔ عبدالرحمٰنؓ بن عوف۔ ابی بن شعبؓ۔ زید بن ثابتؓ۔ ابو ہریرہؓ۔ ابودرداؓ رضی اللہ عنہم

حضرت عمرؓ کے زمانہ کی خاص ایجادیں جن کی وجہ سے ملکی حالت صلاح پذیر ہوئی :-

(۱) بیت المال (۲) عدالت (۳) قاضی (۴) تاریخ (۵) سزا (۶) امیر المومنین کا لقب (۷) جنگی اور ملکی دفتر۔ (۸) پولیس (۹) والنٹیر (۱۰) چھاؤنیاں (۱۱) طریق پیمائیش (۱۲) مردم شماری (۱۳) جیلخانہ (۱۴) درّہ کا استعمال (۱۵) پرچہ نویسی (۱۶) مکتب مدارس (۱۷) معلموں کی تنخواہ (۱۸) مہمان خانے (۱۹) وقف کا طریقہ۔ (۲۰) شراب پینے والے کے۔ لئے اسیؔ کوڑے (۲۱) مسجدوں میں وعظ کا طریقہ (۲۲) غریب عیسائیوں اور یہودیوں کے وظیفے۔ یہ تمام ایجادیں حضرت فاروق اعظمؓ کے زمانہ میں رائج ہوئیں۔ تاریخ عالم کے ہزاروں ورق اُلٹ کر بھی اسکی نظیر نہیں ملتی۔

حضرت عمرؓ کی طبیعت شروع سے جوہر شناس واقعہ ہوئی تھی۔ یعنی جس شخص میں جو قابلیت ہوتی تھی۔ وہ اسکی تہ تک پُہنچ جاتے تھے۔ آپؓ نے جس شخص کو جو کام دیا۔ اس کے انجام دینے کیلئے اس سے بہتر آدمی نہیں مل سکتا تھا۔ عرب میں چار شخص تھے۔ جو فن سیاست میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔ امیر معاویہ عمرو بن العاص۔ مغیرہ بن شعبہ۔ زیاد بن سمیہ۔ حضرت عمرؓ نے زیاد کے سوا تینوں کو بڑے بڑے عہدے دیئے۔ یہ حضرت عمرؓ کی سیاست دانی کا اعلیٰ ثبوت ہے *

ممالک محروسہ کی شادابی کیلئے آپؓ نے جو نہریں جاری کیں۔ وہ یہ ہیں :-

(۱) نہر ابی موسیٰ بُصرے کو شاداب کرنیکے لئے ابو موسیٰ اشعری کے زیر اہتمام دجلہ سے ۹ میل لمبی نہر کاٹی گئی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

(۲۳) نہر معقل - یہ نہر بھی معقل بن یسار کی نگرانی میں دجلہ سے کاٹ کر تیار کی گئی ؛

(۲۳) نہر سعد ایرانیوں کی درخواست پر سعد بن وقاص نے سعد بن عمر کی زیر نگرانی بنائی ؛

(۲۴) نہر امیر المؤمنین دریائے نیل سے ۶۹ میل تک کا چکر کھا کے بحر قلزم میں جا ملتی ہے ؛

آپ رضؓ اسقدر سیاست دان تھے - کہ ایک طرف تو فوج کی نقل و حرکت میں مصروف ہیں - اور دوسری طرف ملک کی اندرونی اصلاح در پیش ہے - غرض جب تک زندہ رہے - غریب مساکین مفلس لوگوں کی ہمدردی میں رات دن ایک کر دیا ؛

آپ رضؓ کی شہادت کا واقعہ اسلامی تاریخوں میں یوں بیان کیا گیا ہے - کہ فیروز نام ایک ایرانی غلام کو جو عام طور پر ابو لُولُو کے نام سے مشہور تھا - مغیرہ عراق سے لایا تھا - مغیرہ کی غلامی میں وہ بڑھئی کا کام کرتا تھا - ایک دن بازار میں امیر المومنین رضؓ سے ملا - اور کہا - یا امیر المومنین ! آپ کا انصاف دنیا میں ضرب المثل ہے - آپ میرا انصاف کریں - کہ مغیرہ مجھ سے بہت زیادہ اُجرت لیتا ہے - جس کو مَیں ادا نہیں کر سکتا - آپ رضؓ نے فرمایا - تو کیا کام کرتا ہے ؟ اور روزانہ کسقدر ادا کرتا ہے - جس کے جواب میں ابو لولو نے کہا - حضرت میں بڑھئی لوہار اور نقاش ہوں - حضرت عمر رضؓ نے کہا - کہ ایسے ہشیار کاریگر کے لئے دو درہم کو ادا کرنا کچھ زیادہ نہیں - یہ کہکر آپ رضؓ واپس گھر آئے - دوسرے دن صبح کو نماز فجر کے واسطے لوگ مسجد میں جمع ہوئے - تو ابو لولو بھی کہیں سے ان میں آکر بیٹھ گیا - اور حضرت عمر رضؓ ایک رکعت نماز ادا کرنے اُٹھے - تو بد بخت ابو لولو نے آپ رضؓ پر حملہ کیا - اور تلوار سے چھ زخم لگائے - اور بعد ازاں بہت سے آدمیوں کو شہید کر کے آپ بھی اپنے ہاتھ سے واصل جہنم ہُوا - حضرت عمر رضؓ گر پڑے - لوگ گھر اُٹھا کر لے گئے - مگر آپ رضؓ نے گھر جانے سے پہلے عبد الرحمٰن رضؓ بن عوف کو نماز ختم کرنے کے لئے کہا - دریافت کے بعد جب آپ رضؓ کو اپنے بیٹے عبد الرحمٰن سے معلوم ہُوا - کہ میرا قاتل ایک ایسا شخص ہے - جس نے خدائے وحدہٗ لاشریک کو کبھی سجدہ نہیں کیا - تو کہا - الحمد للہ کہ مَیں اس شخص کے ہاتھ سے شہید ہُوا ہوں - جو مسلمان نہیں ہے ؛

پھر جب یہ معلوم ہُوا - کہ زخم سے جانبر ہونا مشکل ہے - تو لوگوں نے کہا - کہ آپ رضؓ اپنا جانشین یا ولی عہد انتخاب کریں - مگر آپ رضؓ نے کہا - جس کو آپ لوگ مناسب خیال کریں ؛

الغرض جناب رسول اللہ صلعم کے دوسرے خلیفہ حضرت عمر رضؓ نے ۶۵ سال کی عمر میں - ۱۰ برس ۶ ماہ ۴ دن کی خلافت کے بعد ۱۳ روز بیمار رہ کر ۲ - ذی الحجہ ۲۳ھ کو انتقال فرمایا - رضی اللہ عنہ

(القریش)

(عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپکر قادیان سے شائع کیا)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تعلیمات نبویؐ کا اثر
دنیا کی سیاست معاشرت اقتصادیات پر

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے قبل کی حالت جب کوئی بیان کرتا ہے تو صرف یہ کہتا ہے کہ زمانہ تاریک تھا۔ دنیا پر کفر و ضلالت چھائی ہوئی تھی۔ مَیں چاہتا ہوں کہ ذرا تفصیل سے بتادوں کہ واقعی حالت کیا تھی اُسوقت دنیا میں دو مرکز تہذیب تھے۔ ایک روما الکبریٰ اور دوسرا ایران۔ روما کی حکومت قریب قریب تمام یورپ اور افریقہ کے شمالی ساحل پر پھیلی ہوئی تھی۔ مشرقی روم کی حکومت قریب قریب تمام یورپ اور افریقہ کے شمالی ساحل پر پھیلی ہوئی تھی۔ مشرقی روم کی حکومت تمام یوروپین۔ ٹرکی۔ یونان اور شام پر اور ایران ملحقہ ممالک اور عراق نوشیروانی بادشاہوں کے زیر نگین تھے۔ ہندوستان پر جگہ جگہ ہندو راجہ حاکم تھے۔ اور صنم پرستی معراج کمال پر تھی۔

مجھے یہ بتانا ہے کہ آنحضرتؐ کی تعلیمات کا سیاسی۔ معاشرتی اور اقتصادی حیثیت سے دنیا پر کیا اثر پڑا سب سے پہلے سیاست کے متعلق سُنئے۔ یعنی اسکے متعلق کہ اس زمانہ میں امور مملکت کا انتظام کس طرح ہوتا تھا۔ انتظام امور مملکت کے دنیا میں تین بنیادی طریقے ہیں اور ان تین کے علاوہ جتنے ہیں وہ سب ان تین سے پیدا ہوئے ہیں۔

(۱) پہلا اور صحیح طریقہ یہ ہے۔ جو ان تین اصولوں پر مبنی ہو۔ برابری۔ برادری اور آزادی۔ یعنی سارے انسان مرتبہ میں برابر ہیں۔ دنیوی حقوق میں کسی کو کسی پر ترجیح نہیں۔ سب انسان آپسمیں بھائی بھائی ہیں۔ سب کے درمیان برادرانہ محبّت اور رواداری ہونی چاہیئے۔ سب انسان آزاد ہیں کسی کو کسی کے مسلّمہ حقوق پر دست درازی اور تصرّف کا حق حاصل نہیں۔

(۲) دوسرا قطعاً فطرت کے خلاف طریقۂ حکومت یہ ہے کہ ایک شخص بہت سے انسانوں کا بادشاہ ہو اور ظلم و انصاف کا مدار اس شخص کی مرضی ہو۔ عام لوگوں کو امور مملکت کے انتظام میں کوئی دخل نہ ہو اور وہ سب اپنے بادشاہ کو اپنی جان اور مال کا مالک سمجھیں۔ بادشاہ محض اپنے نفع کو مدِّ نظر رکھکر انپر حکومت کرے۔

(۳) تیسرا طریقہ ان سب سے بُرا ہے مگر مشہور ہے۔ لوگ اسکے متعلق کم جانتے ہیں۔ یعنی چھوٹے امرا کی حکومت اس طرز حکومت میں سب سے زیادہ ظلم ہوتا ہے۔ ان امراء کے ماتحت جس قدر آبادی ہوتی ہے وہ امراء کے غلام ہوا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کی حیثیت سے تمام عمر خدمت میں مصروف رہتی ہے۔ انہیں اپنی ذاتی فلاح بہبود کی طرف متوجہ ہونے کی کبھی فرصت نہیں ہوتی۔

جس دور کا میں ذکر کر رہا ہوں اس دور میں صرف یہ دو قسم کی حکومتیں تھیں۔ مطلق انسان بادشاہوں کی یا چھوٹے چھوٹے امیروں کی یا دو قسم کی مخلوط روما الکبریٰ میں جو کئی صدی سے تہذیب شائستگی کا مرکز تھا قیصر کی حکومت تھی۔ مگر قیصر کی حکومت صرف روما پر تھی۔ اور سارے رومیوں کی حکومت ان ممالک پر تھی۔ جو قیصر نے فتح کیئے تھے۔ حکومت ہوتی تو کچھ شکایت نہ تھی وہ بُری قسم کی غلامی تھی۔ محکوم قوموں کے لوگ تمام اہل روما کی ضروریات زندگی فراہم کرنے کے ذمہ دار تھے۔ اور یہ امرا انکو اس طرح رکھتے تھے گویا وہ جانور ہیں۔ امیروں کے تشدد نے انہیں چپ رہنے پر مجبور کر دیا تھا۔ شکایت کی سزا موت تھی۔ اور موت بھی بُری دردناک موت۔ کسی کو شیر کے پنجے میں ڈالدیا اور کسی کو آگ میں جھونک دیا۔ معمولی قصور پر انہیں چابکوں سے مارا جاتا تھا۔ محکوم قومیں تمام انسانی حقوق سے محروم تھیں۔ انکا صرف ایک کام تھا۔ اور وہ یہ کہ قیصر اور اسکی قوم کے لئے شب و روز محنت کریں اور خود فاقے کریں۔ رومی۔ مصر اور افریقہ کے علاقوں کو اپنے زراعتی فارم کہتے تھے اور ان ملکوں کے بسنے والے انکے بدحال کاشتکار تھے۔ ہمارے ہاں بھیڑیں۔ مرغ اور مینڈھے لڑائے جاتے ہیں۔ اسلام میں یہ بھی ناجائز ہے۔ مگر شائستہ رومی انسانوں کی لڑائی دیکھتے تھے۔ غلام پالے جاتے تھے۔ تیار کیئے جاتے تھے۔ جوڑیں بدی جاتی تھیں اور شمشیر بکف اکھاڑے میں اُترنے پر مجبور کیئے جاتے تھے۔ وہ لڑتے تھے زخمی ہوتے تھے۔ اور ان میں سے ایک نہ ایک ضرور مر جاتا تھا۔ قیصر روم اور امرائے روم اس تماشہ کو دیکھ کر خوش ہوتے تھے۔ صرف آدمی کو آدمی ہی سے نہیں آدمیوں کو شیروں سے بھی لڑایا جاتا تھا۔ آپ شاید یہ سمجھیں کہ وہ سرکس کے سدھے ہوئے شیر ہوتے ہونگے۔ نہیں وہ جنگلی شیروں سے لڑائے جاتے تھے۔

حکومت روما کی یہ امتیازی خصوصیات تھیں اسلیئے یہ علیحدہ بیان کی گئیں۔ اب میں اس طرز حکومت کا ذکر کرتا ہوں جو ایران میں ہندوستان میں روما میں اور دنیا کے تمام ممالک میں اُسوقت مروّج تھا۔ ایک بادشاہ ہوتا تھا اور وہ لاکھوں آدمیوں پر اس طرح حکومت کرتا تھا گویا واقعی ان سب کا خدا ہے۔ اسکے ماتحت سردار امیر اپنے ماتحت علاقہ میں اسی طرح فرعون بے سامان تھے جس طرح بادشاہ سارے ملک میں۔ بادشاہ کے متعلق یہ عقیدہ تھا کہ وہ انسانوں کے مقابلہ میں کوئی بلند پایہ مخلوق ہے یا یہ کہ سوائے بادشاہ کے دنیا میں کوئی انسان نہیں بعض جگہ بادشاہ کو خدا تک کہا گیا ہے۔ اور ہندوستان میں تو ان بے قوّت راجاؤں کو جو اسوقت بھی موجود ہیں اب تک ان داتا اور پرمیشور کے روپ کہا جاتا ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یہ بادشاہ امیر عام رعایا پر وہ تمام مظالم کرتے تھے جو انسان کی قوّت اختراع میں پیدا ہو سکتے ہیں۔ اور ظلم یہ تھا کہ جائز سمجھ کر اور حق سمجھ کر کرتے تھے۔ کسی کو حق نہ تھا کہ ان مظالم کے خلاف ایک لفظ زبان پر لائے۔ نہ زبان آزاد تھی نہ قلم آزاد تھا۔ نہ جلسہ کرنے کا اختیار تھا نہ غریب امیروں کے برابر تھے اور نہ امیر بادشاہ کی برابر۔ موجودات عالم پر بادشاہ کو کامل اختیار حاصل تھا اور عام لوگوں کو کوئی حق نہ تھا۔

اقتصادی حالت

امیروں اور ساہوکاروں کے پاس دولت کے ڈھیر تھے۔ اور عام لوگ مفلوک الحال۔ دولت کی تقسیم کا کوئی اصول معین نہ تھا۔ جو صاحب قوّت تھے وہ زبردستی اور بلا استحقاق لوگوں کی جائز کمائی میں شریک ہو جاتے تھے۔ اور جو دولتمند تھے مگر بے قوّت وہ سود۔ سود در سود اور بالواسطہ تجارت کے ذریعہ سے دولت جمع کرتے تھے۔ حتی الامکان یہ کوشش کی جاتی تھی کہ دولت نہ تقسیم ہو نہ منتشر ہو۔ اور عوام کی خوشحالی کا مدار اسپر ہے کہ دولت دوامًا گردش میں رہے۔ غریب بھوکے مرتے تھے۔ ان کی محنت ارزاں تھی اور روپیہ نایاب۔ روپیہ کو امیروں نے اور ساہوکاروں نے یا نفس پرستی کے لئے یا مزید زرکشی کیلئے تہ خانوں میں بند کر رکھا تھا۔

معاشرتی حالت اور بھی ابتر تھی۔ کسی بات کا کوئی تعین نہ تھا۔ قبطیوں میں بہن اور بھائیوں کی شادی جائز ہی تھی بلکہ اچھی سمجھی جاتی تھی۔ ایران کے آتش پرستوں میں باپ اور بیٹی کے درمیان زن و شوہر کے تعلّقات ممکن تھے۔ امرا جائز سمجھ کر غیر محدود تعداد میں بیویاں رکھ سکتے۔ بعض جگہ عورتیں باپ سے بیٹے کو ترکہ میں پہنچتی تھیں اور یہ ہر جا سب کا حق تھا کہ جس کی عورت کو چاہے زبردستی چھین لے۔ بی بی کا شوہر پر کوئی حق نہ تھا اور شوہر کو عورت پر وہ حقوق حاصل تھے جو آپ کو اپنی بے جان مملوکات پر نہیں۔ ہندوستان میں اور مسیحیت کی اشاعت سے قبل روس میں شوہر کے مرنے کے بعد اسکی بیبیاں زندہ جلائی جاتی تھیں۔ اور روس کا بادشاہ جب مرتا تھا تو اسکے ساتھ اس کی تمام بیگمات اور خدمتگار اور اثاث البیت جلایا جاتا تھا۔ تاکہ بادشاہ کے ساتھ وہ سب دوسرے عالم میں موجود رہیں۔ اور بادشاہ کو وہاں کوئی تکلیف نہ ہو۔ عورت کو ہر جگہ عقد ثانی کی ممانعت تھی۔ مرد ایک لاکھ عورتوں کو طلاق دے سکتا تھا۔ مگر عورت کو کسی طرح بُرے شوہر سے نجات نہ ملتی تھی۔ غریب آدمی اپنے بچّوں کو بیچتے تھے۔ اور اُمراء لڑکوں کو خدمت کے لئے اور لڑکیوں کو ہوس رانی کیلئے خریدتے تھے۔

جنگ

اُس زمانہ کی جنگیں عجیب قسم کی جنگیں تھیں۔ اُنہیں کسی مخصوص عنوان کے ماتحت میں نہیں رکھا جا سکتا کبھی یہ معاشرتی بداعمالیوں کے لئے ہوتی تھیں۔ اور کبھی لوٹ گھسوٹ کے لئے۔ اُس زمانہ کی جنگوں میں بمشکل کسی جنگ کو سیاسی جنگ کہا جا سکتا ہے۔ حسین شہزادیوں کی شہرت سے اکثر جنگ پیدا ہوتی تھی۔ فتوحات اور مال غنیمت عام طور پر ہر جنگ کا مقصد اولیٰ تھا۔ بالخصوص ہندوستان میں تو بڑے راجہ کے ہاں بیٹی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کی پیدائش کسی خوفناک جنگ کا پیش خیمہ ہوتی تھی۔

تعلیمات کا اثر مَیں نے اس دور کا یہ ایک دُھندلا سا خاکہ پیش کیا ہے جس کو کفر وضلالت اور تاریکی کا دور کہا جاتا ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے قبل دنیا کی یہ سیاسی اقتصادی اور معاشرتی حالت تھی۔ اب یہ سُنیئے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تینوں میں کیسا عظیم الشان اور خوشگوار انقلاب پیدا کیا۔

خدا نے جس روز حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو زمین کی حکومت عطا فرمائی اور آپؐ فرمانروا بنے۔ آپؐ نے قیصر وکسریٰ کی طرح تاج شاہی سر پر نہیں رکھا۔ انسانوں کو غلام نہیں بنایا۔ آپؐ نے خلیفۃ اللہ کی حیثیت سے دنیا میں عدل قائم کیا۔ اور جس کے آپؐ خلیفہ تھے۔ اسی کے قانون یعنی قرآن مجید کو دستور حکومت قرار دیا۔

پانچ اعلان آپؐ نے قیصر وکسریٰ اور دُنیا کے تمام متکبّروں کو مخاطب کر کے پانچ زبردست اعلان فرمائے اور ان پانچ اعلانوں کے ذریعہ سے دنیا کا سیاسی۔ معاشرتی اور اقتصادی نظام اُلٹ دیا۔

(۱) زمین اور آسمان کی بادشاہت صرف اللہ کے لئے ہے۔

(۲) اپنے کاموں کے متعلق باہم مشورہ کر لو۔

(۳) سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

(۴) اللہ کے نزدیک وہ سب سے بڑا ہے جو سب سے زیادہ نیک اور پاک ہو۔

(۵) نیکیوں کا حکم کرنا اور بُرائیوں سے روکنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔

پہلے اعلان نے قیصری اور کسرائی کا خاتمہ کر دیا۔ اور دوسرے اعلان کے ذریعہ سے آپؐ نے جمہوریت[۱] کی تبلیغ فرمائی اور یہ جمہوریت خود عملاً قائم کر کے دکھا بھی دی۔ تیسرے چوتھے اور پانچویں اعلانات میں آپؐ نے حقوق وفرائض کا تعیّن فرمایا۔ یہ تینوں اعلان بنی نوع انسان کے لئے پروانۂ آزادی ہیں اور عملاً ایسے ہی ثابت ہوئے۔

نہ کوئی بڑا رہا اور نہ چھوٹا۔ نہ کوئی حاکم رہا نہ محکوم۔ عرب کے بڑے بڑے متکبّر سرداروں کو اصحاب کی برابر بیٹھنا پڑا۔ اور وہ اس لئے کہ بادشاہ دو عالم حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہی میں بیٹھتے تھے۔ یہ بیان کیا گیا ہے کہ اصحاب صفہ کے کپڑوں سے پسینہ کی ایسی بُو آتی تھی جیسے کچے چمڑہ میں۔ وہ بہت مفلس تھے کھانے اور پینے کیلئے بھی اُن کے پاس نہ تھا۔ مگر انہی مفلوک الحال عربوں کی شان اس تعلیم اور اس اعلان آزادی سے ایسی بڑھی کہ واقعی قیصر وکسریٰ کے سامنے اور ان کے بھرے درباروں میں انہوں نے کلمۃ الحق کی تبلیغ کی اور انہیں بتا دیا

[۱] اسلام نے جمہوریت اور خود مختاری کی بیّن بیّن تعلیم دی ہے چنانچہ اسی کو بذریعہ خلافت قائم فرمایا۔ (ایڈیٹر ریویو)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کہ وہ بھی انسان ہیں۔

یہ صحیح ہے کہ ساری دنیا نے اسلام قبول نہیں کیا۔ اب تک اکثریت غیر مسلموں کی ہے مگر اسلامی تعلیم سے سب متاثر ہیں۔ اسلام نے قولاً اور عملاً دنیا کو سمجھا دیا کہ برابری برادری اور آزادی کا صحیح مفہوم اور معیار کیا ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ اسلام سے قبل دنیا میں جمہوریت کا ایسا عام رواج کبھی نہیں ہوا جیسا ظہور اسلام کے بعد ہوا اور آج ہے۔ گو انکی جمہوریت مساوات برادری اور برابری سب ابھی ناقص ہیں اور اسلام کے معیار سے پست۔ مگر پہلے سے بلند ہے اور روز بلند ہو رہا ہے یہ محض آنحضرت صلعم کی تعلیم کا اثر ہے غیر مسلم اسکو تسلیم نہیں کرتے یہ ان کی عصبیت ہے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کا رنگ ہی بدل دیا نہ وہ سیاسی رہی نہ معاشرتی نہ اقتصادی رہی نہ تجارتی آپؐ نے کبھی جنگ میں پیشقدمی نہیں فرمائی۔ البتہ جب دوسروں نے حملہ کیا یا کلمۃ الحق کے اعلان سے روکا آپؐنے انصاف قائم کرنے کے لئے تلوار نیام سے نکال لی اور صرف اسوقت تک جنگ کی جب تک فتنہ فرو نہ ہوگیا۔ آپؐنے جنگ کے قواعد مقرر کر دیئے۔ صرف ان سے لڑو جو ہتھیار باندھ کر مقابلہ میں آئیں۔ بوڑھے بچوں اور عورتوں سے کوئی تعرض نہ کرو دوسری قوموں کی خانقاہوں اور عبادت گاہوں پر دست درازی کرنے سے آپؐنے منع فرمایا۔

اقتصادیات میں دنیا تیزی کے ساتھ اسلامی اصولوں کے قریب چلی آرہی ہے۔ سرمایہ داری کو اب سب ناپسند کرنے لگے ہیں۔ مگر سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی عملی مخالفت فرمائی تھی اور ایسی کامیاب مخالفت کہ اسکے سوا کوئی دوسری مخالفانہ تدبیر کامیاب نہیں ہوسکی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صرف تین بنیادی اصول ہیں جن سے عالم اقتصادیات میں ایک انقلاب عظیم بپا ہوگیا آپؐنے دولت کی ایسی صحیح تقسیم فرمادی ہے کہ اب اسپر مزید غور و فکر جنون ہے۔ سب سے پہلے زکوٰۃ یعنی سرمایہ پر ٹیکس۔ پھر ترکہ کی تقسیم کا طریقہ اور تیسرے سود لینے اور دینے کی مخالفت۔

اگر دنیا شدت کے ساتھ ان تینوں احکام پر کاربند ہوجائے تو دنیا میں کوئی سرمایہ دار نہ رہے اور کوئی بھوکا نہ مرے۔ دولت بنی نوع پر اس طرح تقسیم ہوجائے جس طرح فطرت کا منشاء ہے اس طریقۂ تقسیم میں کوئی شخص بیکار نہیں بیٹھ سکتا۔ کیونکہ اگر آمدنی بند ہوجائے اور زکوٰۃ برابر ادا ہوتی رہے تو کچھ عرصہ میں تمام سرمایہ قوم پر تقسیم ہوجائیگا اور اس شخص کو مجبوراً محنت کرنی پڑیگی۔ کوئی شخص اپنے باپ کی بڑی سے بڑی جائداد اور ترکہ پر تکیہ نہیں کرسکتا اس لئے کہ اس میں بہت سے حقدار ہیں اور روز بروز وہ گھٹیگا اور تقسیم ہوگا۔ سود ایک ایسی چیز تھی جس سے بلا محنت کیئے دولت بڑھتی ہے اس کی مخالفت کردی گئی۔ اسلام تمام بنی نوع انسان سے مزدوری کرانا چاہتا ہے اور دولت کو اس نے دوامی گردش میں مبتلا کردیا ہے دنیا اس کے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اقتصادی فوائد محسوس کرتی۔ تو پھر اسکو اشتراکیت اور سرمایہ داری کی افراط و تفریط میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہ ہوتی مگر دنیا سمجھتی ہے اور دن اور رات فکر میں ہے کہ دولت کی ایسی صحیح تقسیم کیونکر ہو کہ معدودے چند افراد کے عیش و نشاط کے لئے ساری دنیا کو بھوکا نہ مرنا پڑے۔ یہ بےچینی اور تلاش بجائے خود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کا اثر ہے دنیا کی معاشرتی زندگی پر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کا سب سے زیادہ گہرا اثر پڑا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ مسلمان تو اس پر بڑی حد تک عامل ہیں اور کامل طور پر ایمان رکھتے ہیں۔ مگر غیر مسلموں میں دیکھو کہ نکاح کے وقت زن و شوہر کی رضامندی ضرور سمجھی جانے لگی۔ عورت کے حقوق گو ناقص طور پر سہی مگر قائم کیے جا رہے ہیں عورت اور مرد کا مرتبہ برابر ہے۔ یہ غیر مسلموں کا اب تو تکیہ کلام ہو گیا ہے۔ عورت کو عقد ثانی اور طلاق کا حق دینے پر سب آمادہ نظر آ رہے ہیں۔ اور یورپ اور امریکہ میں تو مل بھی گیا۔

حضرات میں تو یہ دیکھ رہا ہوں کہ دنیا جسقدر ترقی کرتی جا رہی ہے اسلام سے قریب ہوتی جا رہی ہے۔ اور میرا یہ عقیدہ ہے کہ بنی نوع انسان کے موجودہ ترقی یافتہ پیکر پر تمام قدیم مذاہب کا جامہ تنگ ہو چکا ہے اور وہ سب جو ان مذاہب کے پیرو ہیں میرے آپکے رسولؐ کی کملی میں پناہ لینے کیلئے دوڑے چلے آتے ہیں ٭

(سیّد حسن ریاض ایڈیٹر ہمت کے لیکچر کا اقتباس)

(۱)

بنگال میں اسلام کی ابتداء اور ترقی

مالابار۔ سندھ۔ شمال مغربی اور جنوبی ہند کے بہت بعد اسلام بنگال میں پہنچا:۔

"داعیانِ اسلام جب بنگال میں پہنچے تو نیچ ذات کے ہندو اور وہاں کے اصلی باشندے جو ہندوؤں کے مذہب سے قریب قریب خارج سمجھے جاتے تھے اور اپنے آرین سرداروں کے ہاتھ سے طرح طرح کی ذلتیں اور اذیتیں اٹھاتے تھے۔ مسلمانوں کی طرف ہاتھ پھیلا کر بڑھے۔ ان لوگوں کے نزدیک جن میں مفلس مچھلیاں پکڑنے والے اور شکاری۔ قزاق اور ادنیٰ قوم کے کاشتکار تھے۔ اسلام ایک اوتار تھا جو انکے لئے اکاش سے اترا تھا۔ وہ حکمران قوم کا مذہب تھا۔ اسکے پھیلانے والے وہ باخدا لوگ تھے۔ جو توحید کی خبر اور سب انسانوں کی مساوات کا مژدہ ایسی قوم کے پاس لائے تھے جسکو سب ذلیل و خوار سمجھتے تھے۔" (دعوت اسلام)

مسٹر ڈبلیو۔ ڈبلیو ہنٹر تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"جنوبی بنگال میں اسلام کو مستقل کامیابی جبر و اکراہ کی بدولت حاصل نہیں ہوئی بلکہ اسلام ہر شخص سے مخاطب ہوا اور مفلسوں میں سے لاکھوں کو اپنا متبع بنا لیا۔ اسکی تعلیم نے خدا کا اور انسانی اخوت کا اعلیٰ ترین خیال پیدا کر دیا۔ اور بنگال کی کثرت سے بڑھنے والی قوموں کو جو صدہا سال سے ہندو قومیت سے ہی قریب قریب خارج ہو کر مزار ذلت و خواری کے ساتھ اپنے دن کاٹ رہی تھیں انکو اسلام نے اخوت کے دائرے میں بلا تکلف شریک ہونے دیا۔" (اخبار ٹائمس فروری ۱۸۸۵ء)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

۱۸۹۱ء کی مردم شماری سے پہلے بنگال کے مسلمانوں کی تعداد بیس سال قبل ہندوؤں سے ۵ لاکھ کم تھی لیکن اس عرصہ میں نہ صرف یہی کمی پوری ہوئی بلکہ ۱۵ لاکھ کی تعداد زیادہ ہو گئی اور اب بفضلہ تعالیٰ ۱۹۲۱ء کی مردم شماری کے مطابق مسلمانوں کی تعداد تقریباً ۴۷ لاکھ زیادہ ہے۔ چنانچہ مسلمانوں کی کل آبادی ۲ کروڑ ۵۴ لاکھ ۸۶ ہزار ۱۲۴ - اور ہندوؤں کی کل آبادی ۲ کروڑ ۸ لاکھ ۹ ہزار ۱۴۸ ہے اسی طرح آسام کی آبادی میں بھی اضافہ ہو رہا ہے۔ اور آسام کے ۴ کروڑ ۱۲ لاکھ ۲۹ ہزار ۴۴ ایکڑ زمین کے رقبہ میں خدا کے فضل سے ۲۲ ½ لاکھ کلمہ گو موجود ہیں۔ حالانکہ ۴ سال پہلے تک یہاں اشاعت اسلام کا کوئی باقاعدہ نظام نہ تھا۔

چند اعیان اسلام کی تبلیغی جدوجہد کے نتائج (۲)

شیخ اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ تنہا بخارا سے سفر کر کے ہندوستان پہنچے۔ آپ وہاں کے سادات عظام میں سے تھے۔ ۱۰۰۵ء میں لاہور میں آکر مقیم ہوئے۔ روزانہ وعظ و تلقین شروع کی۔ ہر روز صدہا لوگ مشرف باسلام ہونے لگے۔ انکے وعظ کا یہ اثر تھا کہ جو شخص ایک مرتبہ وعظ میں شریک ہو جاتا وہ اسلام پر ایمان لائے بغیر واپس نہ جاتا تھا۔

پنجاب میں ایک اور شخص گذرے ہیں جنکا نام حاجی محمدؐ ہے۔ انکی نسبت کہا جاتا ہے کہ انہوں نے چھ لاکھ ہندوؤں کو مسلمان کیا۔

مولوی بقا حسین خاں صاحب شہر بشہر وعظ فرماتے تھے۔ انہوں نے چند سال میں ۲۲۸ آدمیوں کو مسلمان کیا جو بمبئی اجمیر - کانپور اور مختلف شہروں کے باشندے ہیں

ضلع خاندیس میں جو تقریباً ہندو صوبہ ہے قاضی صفدر علی نصیر آبادی کے ذریعے لوہاروں اور اسلحہ سازوں کا ایک گروہ مسلمان ہوا۔ اسکے کچھ عرصہ بعد انہیں لوہاروں اور اسلحہ سازوں کے دو سو آدمی اور مشرف باسلام ہوئے۔ ابھی کچھ عرصہ زیادہ نہیں گذرا کہ تحفۃ الہند کے مصنف مولوی عبید اللہ صاحب پٹیالہ کے ایک عالم و فاضل برہمن تھے یہ خود بھی مشرف باسلام ہوئے۔ اور انکی تبلیغ سے پٹیالہ کا ایک پورا محلہ سعادتِ اسلام سے بہرہ اندوز ہوا۔

اسی طرح بہت سے مسیحیوں اور ہندوؤں میں ایسے ارباب فضل و کمال مصنفین موجود ہیں جو پہلے اسلام لائے اور اسکے بعد صداقتِ اسلام پر کتابیں تحریر کیں۔ مثلاً گیارھویں صدی میں ابن جزلہ تیرھویں میں یوسف اور شیخ زیاد بن یحییٰ - پندرھویں صدی عیسوی میں عبد اللہ بن عبد اللہ اور سولھویں صدی عیسوی میں احمد بن عبد اللہ جو انگریز تھا۔ یہ سب وہ حضرات اہل قلم ہیں جو مسیحی مذہب ترک کر کے مشرف باسلام ہوئے اور اسلام کے متعلق اپنی تصانیف چھوڑیں۔ اسی طرح بہت سے یہودی ہیں جنہوں نے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اپنا مذہب ترک کیا اور اسلام میں داخل ہو کر اسکی صداقت کے دلائل قلمبند کیئے۔ غرض بُت پرستوں مسیحیوں اور یہودیوں وغیرہ میں بکثرت ایسے مصنفین ملینگے جو مشرف باسلام ہوئے۔ (ہمت)

مصلح موعودؑ کی ضرورت

ہمعصر رہنما راولپنڈی نے صداقت اسلام کے عنوان کے ماتحت اپنے حضرت ”شاہ صاحب محدث علی پوری“ کا ایک ”ولولہ انگیز و معرکۃ الآراء خطبہ“ شائع کیا ہے۔ اسکو پڑھ کر دیکھ لیجئے کہ اسلام کی صداقت کے کیسے دلائل پیروں اور مبلّغوں کے پاس موجود ہیں جو نہ صرف ولولہ انگیز ہیں بلکہ معرکۃ الآراء بھی ہیں۔ ایک پیرا ملاحظہ ہو:-

”مسلمانو! اسلام کی صداقت کا ایک اور زندہ معجزہ سُن لو:-

جب انگریزوں کا ہندوستان پر پورا قبضہ ہو گیا۔ تو انہوں نے مسلمانوں کے دلوں سے محبّت اسلام نکالنے اور حرارت کو ٹھنڈا کرنے کیلئے قرآن شریف کو دنیا سے نابود کر دینا چاہا۔ انکے خیال میں مسلمانوں کے مذہبی جنون کا باعث قرآن شریف تھا۔ مسلمانوں کو ہمیشہ کامیاب کرنیوالی اگر کوئی چیز انگریزوں کو سوجھی تو قرآن شریف تھا۔ چنانچہ پادریوں کی ایک جماعت ہندوستان میں آئی۔ اور اُس نے گراں قیمتوں پر قرآن شریف خریدنے شروع کر دیئے تاکہ مسلمانوں کے پاس قرآن شریف نہ رہیں اور انکا مذہبی جذبہ مفقود ہو جائے۔ حُسن اتفاق سے بڑے پادری صاحب سے ایک مولوی صاحب کی ملاقات ہوئی مولوی صاحب نے گراں قیمتوں پر قرآن خریدنے کی وجہ دریافت کی۔ پادری صاحب نے اصل واقعہ سے مولوی صاحب کو مطلع کر دیا۔ مولوی صاحب نے پیر پادری کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ پادری صاحب! ہمارا قرآن پاک صرف کاغذ پر ہی لکھا ہُوا نہیں ہے۔ بلکہ ہمارے سینوں کے اندر موجود ہے۔ آپ اگر ہندوستان سے قرآن پاک کے تمام نسخے خرید لیں تو بھلا بتلایئے کہ ان ہزارہا مسلمان حافظوں کو کیا کرینگے؟ جن کے سینوں میں قرآن شریف موجود ہے۔

پادری صاحب کو ہوش آگیا اور قرآن کریم کے نسخوں کی خریداری بند ہو گئی۔

دنیا میں کوئی دوسرا مذہب اسلام کی طرح اپنی سچّائی اور صداقت کا ثبوت پیش نہیں کر سکتا ہے۔

مَیں بتا سکتا ہوں کہ قرآن پاک میں جملے کتنے۔ رکوع کتنے۔ آیات کتنے اور حروف کتنے ہیں۔

کیا کوئی دوسرے مذہب کا مدعی یہ دعوٰی کر سکتا ہے؟“

کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ آجکل کے پیر اور مولوی حالات زمانہ سے ناواقف ہیں وہ بعض ایسی باتیں اپنے وعظوں میں بیان کرتے ہیں جن کی کوئی اصلیت نہیں اور اس طرح پر جو اصل اعجاز ہے اسکی حقیقت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بھی غیر قوموں پر مشتبہ ہو جاتی ہے۔

یہ حالت تھی جس کی وجہ سے ضروری تھا کہ ایک مصلح عالم مبعوث ہو۔ چنانچہ وہ آیا اور اس نے سعید روحوں کو نئے علم کلام سے مسلح کیا۔ مگر نادانوں نے اس کی قدر نہ جانی۔

سابق قیصر جرمن کیا کہتا ہے

حال میں مشہور فرانسیسی اخبار "طان" کے نامہ نگار نے سابق شہنشاہ جرمنی قیصر ولیم سے ڈورن میں ملاقات کی۔ جہاں وہ تقریباً بارہ برس سے جلاوطنی کی زندگی بسر کر رہا ہے۔ نامہ نگار مذکور لکھتا ہے کہ قیصر نے مجھ سے کہا کہ

"دو قوتیں ہیں جو اس جلاوطنی میں میرے دل میں ہمیشہ صبر و سکون پیدا کرتی رہتی ہیں۔ فرض کی جانب میرا احساس اور زندگی کی بابت میرا ذاتی نقطۂ نظر"

"اب میں ستر برس کا ہو چکا ہوں۔ لیکن جب کبھی اپنی پچھلی زندگی پر نظر ڈالتا ہوں میرا دل خوشی سے لبریز ہو جاتا ہے کیونکہ میں صرف اسی فلسفۂ حیات کا قائل اور عامل تھا جو مذہب نے مجھے سکھایا ہے۔ میرا عقیدہ ہے کہ دنیا کا بڑے سے بڑا شہنشاہ اور زیادہ سے زیادہ فاقہ مست فقیر دونو اللہ کی نظر میں یکساں ہیں۔ اس دنیا میں اس کی مشیت پوری کر رہے ہیں"

"ہم انسان صرف وہی کر سکتے ہیں جو ذات برتر کی مشیت ہے۔ ہم پر فرض ہے کہ اپنے خالق کی مشیت زیادہ سے زیادہ مستعدی اور زیادہ سے زیادہ خوش دلی سے پوری کریں اور جو قوتیں اُس نے ہمارے اندر ودیعت کی ہیں انہیں زیادہ سے زیادہ ترقی دیں اور اُن سے بہتر سے بہتر کام لیں تاکہ جب زندگی کی شام آئے تو ہم مسرت و اطمینان سے محسوس کر سکیں کہ ہم خدا اور ضمیر کو خوش کر چکے ہیں"

"میرا پختہ ایمان ہے کہ خدا کی مشیت بغیر ایک ذرہ بھی ہل نہیں سکتا۔ اور یہ کہ ہمارا بھروسہ اور تکیہ سراسر اُسی ذات برتر پر ہونا چاہیئے"

"میں تمھیں بتانا چاہتا ہوں کہ سچا ایمان کیسا ہوتا ہے؟ ۱۹۱۴ء کے موسم سرما میں مشرقی میدان جنگ کا میں نے معائنہ کیا۔ ہنڈنبرگ وہاں کا سپہ سالار تھا۔ میں نے اس سے سوال کیا کہ تم زیادہ سے زیادہ کیا کر سکتے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ اگر ایک کے مقابلہ میں ایک سپاہی ہو تو ہمیں فتح ہوگی۔ اگر ہمارے ایک کے مقابلے[1]

---

[1] قرآن مجید کی آیت پڑھیئے۔ ان یکن منکم عشرون صابرون یغلبوا مأتین ؕ اور اندازہ لگائیے کہ ایک سچے مسلمان کا ایمان کیا قوت رکھتا ہے۔ (ایڈیٹر ریویو)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

میں دو دشمن ہوں تو بھی میدان ہمارے ہی ہاتھ رہیگا۔ تین کے مقابلہ میں بھی ہمیں جیتیں گے۔ اگر چار دشمن ایک کے مقابلے پر ہوئے تو فتح حاصل کرنے کے لئے مشقت کرنا پڑیگی۔ اگر پانچ ہوئے تو مشقت اور بھی زیادہ ہو جائیگی اگر چھ ہو گئے تو بھی ہم جان لڑا دینگے اور جس طرح بنیگا فتح حاصل ہی کر کے رہینگے۔ یہ ہے سچا ایمان۔ واقعہ یہ ہے کہ ہمارے ایک آدمی کے مقابلہ میں دشمن کے بیسؔ آدمی تھے۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ اسپر بھی ہم ہی فتحیاب ہوتے بشرطیکہ ہمارا ایمان پختہ ہوتا۔ مگر ہم خدا کو بھول گئے۔ آدمی کی قوت پر بھروسہ کر لیا"۔

"میں کلام الٰہی کی تعظیم کرتے ہوئے بوڑھا ہو چکا ہوں۔ میرے والدین جبکہ میں بالکل بچہ تھا اسوقت بھی روز بلا ناغہ مجھے کتاب مقدس سُنایا کرتے تھے۔ بچپن ہی سے میرا یہ اصول ہے کہ اسوقت تک کوئی کام نہیں کرتا جبتک اسے کتاب اللہ کی میزان میں تول نہ لوں۔ مجھے یقین ہے کہ آجتک میں نے کوئی کام ایسا کام نہیں کیا جو میرے ضمیر کے خلاف ہو۔ میرے خیال میں ضمیر ہی اللہ کی آواز ہے"۔

"میں دنیا کی بہت بڑی شہنشاہی پر حکمران تھا۔ اور صرف اس لئے حکمران تھا کہ خدا کی عظمت کا بول بالا ہو۔ اور اب اسی کی عظمت کیلئے یہاں اس گاؤں میں بھی مقیم ہوں۔ بلاشبہ میرے سر سے تاج شاہی گر گیا ہے۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ اس طرح خدا نے میرے ایمان کی جانچ کرنا چاہی ہے۔ میں انتہائی مسرت کے ساتھ اعلان کرتا ہوں کہ اتنی سخت آزمائش پر بھی میرا ایمان متزلزل نہ ہوا۔ وہ اب تک بدستور ایک عظیم چٹان کی طرح میرے دل پر قائم ہے۔ اور اس میں ذرا جنبش نہیں ہوئی"۔

"خدا کے مجھ پر بے حد و بے حساب احسانات ہیں اس کا ایک بڑا احسان یہ بھی ہے کہ اس نے مجھے یکے بعد دیگرے دو ست بیویاں بخشیں جن کی وفاداری اور پاک محبت میرے دل کے تمام زخموں کے لئے بہترین علاج رہی ہے"۔

"دنیا میں بہت ہی کم لوگ ایسے گذرے ہیں جو اتنی بلندی سے گرے ہونگے جتنی بلندی سے میں گر چکا ہوں۔ مگر اس پر بھی بدقسمتی کا شاکی نہیں ہوں۔ میرے لئے اپنے پایۂ تخت میں شان و شوکت سے واپسی اور اس حقیر گاؤں میں تنہائی کی موت دونو برابر ہیں۔ میں ہر حال میں خدا کی مشیت سے راضی ہوں اور اس کے فیصلے کا مطیع ہوں"۔

میں اپنی باقی زندگی اس طرح گذار دونگا کہ ساری دنیا کے لئے عبرت و نصیحت کی زندہ مثال بن جاؤں۔ میں تمام جہان پر ثابت کر دونگا کہ مصائب کے پہاڑ ایمان کو کچل نہیں سکتے"۔

(ہمت)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

شراب کے نقصانات

شراب کا اثر قوائے عقلیہ پر

عام اعصاب دماغی پر شراب کا جو اثر پڑتا ہے اس کے شواہد بھی بکثرت ہیں۔ عام خیال ہے کہ شراب قوائے دماغی میں اشتعال روانی اور تیزی پیدا کر دیتی ہے۔ لیکن علمی تجارب اسکی تائید نہیں کرتے۔ ایک شخص کو ایک سادہ حساب دید و مثلاً جمع کرنا وہ ان اعداد کو جتنی دیر میں جمع کرے اسکو محفوظ رکھو۔ پھر شراب پلا کر اس سے انہیں اعداد کو جمع کراؤ تم کو اوقات کی نسبت نمایاں اختلاف نظر آئیگا۔ یعنی دوسری صورت میں بہ نسبت پہلی صورت کے زیادہ دیر لگے گی۔ اور یہ انحطاطِ قوائے عقلیہ کی کھلی دلیل ہے۔ اس سے بھی واضح تر یہ ہے کہ صحتِ عقل کی حالت میں ایک شخص سے اسکے گھر کا تصوّر کراؤ مثلاً اس کا گھر مختلف چیزوں کا مجموعہ ہوگا خاندان: بیوی بچے گھوڑے میز کرسی وغیرہ اسلئے اسکو گھر کے ساتھ اسکی تمام چیزوں کا تصوّر بھی لازمی طور پر کرنا پڑیگا کیونکہ گھر انہی اجزا کے مجموعہ سے عبارت ہے۔ اب ان تمام خانگی اسباب کی جو گھر کے تصوّر کے ساتھ اسکے ذہن میں آئے ہیں ایک فہرست مرتب کرو پھر اسی شخص کو شراب پلا کر اسی قسم کا تجربہ کرو۔ تم کو متواتر تجربوں کے بعد دونو حالتوں میں کافی فرق نظر آئیگا۔ پہلی حالت میں گھر کی تمام چیزیں نہایت تیزی اور خاص ترتیب و انتظام کے ساتھ اسکے ذہن میں آئینگی۔ لیکن دوسری صورت میں نہ تو یہ حُسن نظام قائم رہیگا۔ نہ اس دفعہ مقال ذہنی کی شان نظر آئیگی*

شراب اور جراثیم جسمانی

انسان مختلف خطرات میں گھرا ہُوا ہے۔ لیکن قدرت نے اسکے اندر مختلف قوتیں پیدا کر دی ہیں۔ جو ان خطرات کا مقابلہ کرتی رہتی ہیں۔ انسانی زندگی اسی کشمکش کا نتیجہ ہے۔ لیکن انسان میں امراض متعدیہ (ایک دوسرے کو لگنے والے امراض) کے مقابلہ کرنے کی جو قوت ہے شراب اسکو بالکل فنا کر دیتی ہے۔ پروفیسر منیگوف نے اپنے تجربہ سے ثابت کیا ہے کہ انسان کے خون میں بہت سے سفید رنگ کے جراثیم ہوتے ہیں وہ امراض متعدیہ کی مدافعت کرتے ہیں۔ شراب دفعۃً ان جراثیم کو ہلاک کر دیتی ہے اسلئے امراض ساریہ متعدیہ کی مقاومت کے لئے اور مہلک کیڑوں کے دفعہ کرنے کے لئے فطرت نے جو فوج ہمارے جسم کے اندر مرتب کر دی ہے شراب کا پہلا تباہ کن حملہ اسی پر ہوتا ہے اور اسکو برباد کر دیتا ہے*

شراب اور اجزائے غذائیہ

پروفیسر ولیم اٹواٹر مشہور و معروف کیمیا دان نے ایک ایسا صندوق ایجاد کیا ہے جس سے غذا کے افعال طبیعیہ کا تجربہ کیا جا سکتا ہے آدمی کو اگر ایک صندوق میں بند کر دیا جائے تو معلوم ہو جائیگا کہ غذا کا کسقدر حصّہ جزو بدن ہُوا ہے اور کسقدر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

فُضلہ بن کر نکل گیا۔ شراب کی غذائیت کا اس آلہ کے ذریعہ سے تجربہ کیا گیا تو معلوم ہُوا کہ وہ اپنے اندر غذائیت کی کافی مقدار رکھتی ہے اور اس کے نو حصّوں میں سے ۹۸ حصّہ جزو بدن ہوتا ہے جو لوگ انسداد شراب نوشی کے حامی تھے وہ اس تجربہ سے سخت گھبرا گئے۔ لیکن بعد کو خود پروفیسر صاحب مذکور کی تشریح سے معلوم ہُوا کہ وہ روٹی، گوشت اور عام غلّوں کی سی غذائیت نہیں رکھتی۔ یعنی وہ تحلیل کیمیاوی کی رو سے مختلف اجزا نباتیہ و معدنیہ پر مشتمل نہیں جو جسم کو لگتے اور اُس کی قوت کو بڑھاتے ہیں۔ جس طرح اور تمام غذاؤں میں ان اجزا کا کافی ذخیرہ ہُوا کرتا ہے بلکہ وہ ایک غذائے ناقص یا صرف ایک ہی قسم کی غذا ہے بالخصوص اس سے اعصاب کے ریشوں کی تولید تو بالکل ہی ناممکن ہے، کیونکہ ریشے نائٹروجن اور دوسرے معدنی اجزا سے بنتے ہیں، مگر شراب میں ان اجزا کا وجود نہیں پایا جاتا۔ لیکن شراب کی مضرت صرف یہی نہیں ہے کہ وہ خود جزو بدن ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتی اس کا اصلی نقصان یہ ہے، کہ دوسری غذاؤں کو بھی جزو بدن نہیں ہونے دیتی، چنانچہ تجربہ سے ثابت ہُوا ہے کہ اگر کھانے کے بعد ایک شخص کے سامنے کوئی بوجھ اُٹھایا جائے تو وہ اُس کو متعدد بار اُٹھا سکیگا۔ لیکن اگر کھانے کے ساتھ اس کو شراب بھی پلا دی جائے تو اُس کے جسم کی قوّت کم ہو جائے گی، اور وہ اس بوجھ کو متعدد کئی بار نہ اُٹھا سکیگا۔

اس کا اصلی سبب یہ ہے کہ طبیعت ہمیشہ مرغوب چیزوں کی طرف توجہ کرتی ہے۔ اس لئے جب غذا کے ساتھ شراب پی لی جاتی ہے، تو تمام قوائے طبیعت شراب ہی کے کیف و سرور میں رقص مستانہ کرنے لگتے ہیں، اور اپنے وظائف ضروریہ کی طرف ملتفت نہیں ہوتے۔ نتیجہ ہوتا ہے، کہ غذا غیر منہضم رہ جاتی ہے اور جزو بدن نہیں ہونے پاتی، شراب میں بجائے خود ایسے اجزائے غذائیہ موجود نہیں ہیں، جو اس کمی کا بدل ما یتحلل ہو سکیں، اس لئے تمام نظام جسمانی دفعۃً کھوکھلے درخت کی طرح گر پڑتا ہے اور اعصاب کے ریشے بیخ و بُن سے اُکھڑ جاتے ہیں ؛

احادیث کے اشارات و کنایات سے بھی شراب کی عدم غذائیت پر استدلال کیا جا سکتا ہے، یہ مسلّم ہے، کہ انسان کی فطری غذا دودھ ہے۔ جو نہایت مفید اجزاء غذائیہ سے مرکّب ہے ؛

(ہمت)

جامعہ احمدیہ کا سالانہ نمبر

ہمارے عزیز طلباء جامعہ احمدیہ نے جامعہ احمدیہ کا سالانہ نمبر نہایت شاندار نکالا ہے جس میں نہ صرف نہایت مفید، عالمانہ، محققانہ مضامین ہیں۔ لکھائی، چھپائی اور کاغذ میں اچھے اچھے ادبی رسالوں کا مقابلہ کیا ہے بلاک کی تصاویر بھی ہیں۔ خریداروں کو اس نمبر کیلئے کوئی زائد قیمت نہیں دینی پڑتی۔ عزیزم مولوی مبارک احمد صاحب کا مضمون بائیبل پر خصوصیّت سے قابل مطالعہ و استفادہ ہے اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اہل بہاء مرزا حسین علی کو کیا سمجھتے ہیں

سب سے پہلے احمدی جماعت نے اس راز کو آشکارا کیا کہ اہل بہا۔ کوئی اسلامی فرقہ نہیں بلکہ یہ ملحدین کا ایک گروہ ہے جو مرزا حسین علی کی الوہیت پر ایمان لاتا ہے اور اسلامی شریعت کا زمانہ ختم سمجھتا ہے۔ اور ایک اور شریعت کو رواج دینا چاہتا ہے مگر اسپر ابہئیت جماعت نہ ان کا اپنا عملدرآمد ہے نہ وہ کتاب شریعت عام طور پر دکھاتے ہیں۔

پہلے پہلے تو یہ لوگ تقیہ اور منافقت سے کام لے کر اپنے عقائد چھپاتے تھے اور بقدر ضرورت ماحول کو دیکھ کر صرف وہ باتیں ظاہر کرتے تھے۔ جو عوام الناس زیر تبلیغ جلد قبول کر لیں مگر احمدیوں کے بار بار اصرار سے آخر یہ طلسم ٹوٹا اور ان کا گند ظاہر ہو گیا۔

اب تو یہ کھُل کھیلے۔ اور صاف صاف کہنا شروع کیا ہے کہ اسلامی شریعت اور قرآن مجید کا زمانہ ختم ہو چکا ہے اب کتاب اقدس اور بہائی شریعت کا دَور ہے۔ اور یہ کہ مرزا حسین علی نبی و رسول نہیں بلکہ ان کا مرتبہ اس سے کہیں بڑھکر ہے اور ان کا حق ہے کہ وہ کہیں۔ انّنی انا اللہ لا الٰہ الا انا۔ تعجب ہے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعودؑ کے بارے میں افتراء نا روا سے باز نہ آئیں اور باوجود ہمارے بار بار اعلان کے یہی کہتے چلے جائیں کہ انہوں نے خدا اور خدا کے باپ ہونیکا دعویٰ کیا ہے اور ادھر مرزا حسین علی کے متبعین ڈنکے کی چوٹ اپنے متبوع کو الوہیت کا جامہ نازیب پہنائیں اسے نبی و رسول کہنا اسکی ہتک قرار دیں مگر یہ صاحب ہیں کہ برابر لکھے جاتے ہیں کہ مرزا حسین علی کو نبی و رسول ہونے کا دعویٰ تھا۔ یہ بالکل ان باطل کیشوں کا تتبع ہے جو مسلمانوں سے بڑھکر ضالین کو اھدنی سبیلا کہتے تھے۔ ہم نے سب سے پہلے اہل حدیث کے فاضل ایڈیٹر کو توجہ دلائی تھی کہ آپ اہل بہا کی کتب اور ان کی اصطلاحات سے واقف نہیں اسلئے اسمیں دخل نہ دیجئے۔ مگر ان کی شامت جو آئی تو ابا و استکبار سے کام لیکر دوبارہ سہ بارہ لکھا جسپر اہل بہا نے انہیں خوب ہی لتاڑا۔ لیکن اس ڈھٹائی کی داد دینا پڑتی ہے کہ ابھی تک اپنی ہی ہانکے جاتے ہیں۔ اور اس ضرب المثل کی تصدیق کر رہے ہیں ملا آں باشد کہ چپ نہ شود۔ کوکب ہند کی تصریحات ملاحظہ ہوں:۔

"فاضل مدیر اہلحدیث لکھتے ہیں کہ:۔ "اہلحدیث میں بار بار بہاء اللہ کی "کتاب اقدس" سے ان کا دعویٰ رسالت نقل ہوا ہے جو صاف لفظوں میں ہے "یا رسول یذکرک مالک الوجود" ایسی صریح عبارت کو

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بھی بہائی رسالہ کو کب تاویل کر کے اور طرف لیجاتے کو کہتا ہے "یا رسول میں کسی اور بندے سے خطاب ہے"۔ (اہلحدیث مذکور صک)

الجواب:۔ ہم نے اہلحدیث کے فاضل مدیر سے کو کب ہند میں بارہا مشورۃً عرض کیا کہ اہل بہا کی کتب مقدسہ کے گہرے مطالعہ کے بعد اظہار رائے کے لئے قلم اٹھایا کریں، مگر افسوس ہے کہ آپنے اس مشورہ پر عمل نہ کیا تا بحدیکہ انکے پرانے دوستوں کو یہ کہنے کا موقع مل گیا کہ مولوی ثناء اللہ سادہ لوح بہائیت میں بالکل طفل مکتب ہے۔ الفضل ۱۴ اپریل سنہ ۱۹۳۰ء صک کالم ۲ یا رسول یذکرک مالک الوجود کا حوالہ فاضل مدیر نے بارہا پیش فرمایا ہے۔ مگر ہمارے مشورہ کے مطابق آپنے حوالہ مذکورہ پر غور و فکر کرنے کی قطعی تکلیف گوارا نہیں فرمائی۔ جب اصل حقیقت کو واضح کر دیا گیا کہ "یا رسول" میں کسی اور بندے سے خطاب ہے تو آپ فرماتے ہیں یہ تاویل ہے۔ مولنا آج پھر غور فرمائیے کہ آپ کا پیش کردہ حوالہ کتاب اقدس کے صفحہ ۵ سے شروع ہونے والی لوح میں ہے۔ اسکے شروع ہی سے اللہ جل جلالہٗ اپنے بندے "عندلیب" کو (جو کہ ایران کے مشہور محترم مجتہد و شاعر بالآخر بہائی مبلغ تھے) مخاطب فرماتا ہے۔ اس کے بعد کسی دوسرے بندے "مہدی" سے خطاب ہے۔ پھر "علی" نامی بندے سے صفحہ ۵۲ پر خطاب ہے۔ اسی خطاب میں "باقر" نامی ایک بندے کا حکایتاً تذکرہ ہے۔ پھر اسی صفحہ پر ایک خاتون سے خطاب ہے۔ پھر خدا تعالیٰ اپنے ایک بندے "یوسف علی" نامی کو مخاطب فرماتا ہے۔ حتّٰی کہ صفحہ ۵۳ پر آپ کا پیش کردہ حوالہ بایں الفاظ آتا ہے "یا رسول یذکرک مالک الوجود و رب الجنود"۔ یہ خطاب جیسا کہ پہلے مختلف بندوں سے تھے۔ ایک بندے "عبدالرسول" نامی سے ہے۔

الغرض اس لوح مبارک میں حضرت بہاء اللہ کو کسی ایک جگہ بھی نبی یا رسول کے خطاب سے یاد نہیں فرمایا گیا۔ اور اس لوح مبارک پر ہی کیا حصر ہے کسی ایک جگہ بھی آپکو نبی یا رسول کے خطاب سے مخاطب نہیں کیا گیا۔ اور یہ پہلی دلیل ہے اس امر کی کہ حضرت بہاء اللہ نبی یا رسول نہ تھے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ آپنے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ میں نبی اور رسول ہوں۔ تیسری دلیل یہ ہے، کہ آپ کا ظہور وہ ظہور ہے جو قیامت کبریٰ میں ظاہر ہونے والا تھا۔

مولنا۔ آپ ٹھنڈے دل سے غور فرماویں کہ کیا آپ قیامت کے دن کسی نبی یا رسول کے ظہور کے منتظر ہیں۔ اگر نہیں جیسا کہ یقیناً نہیں۔ تو کیوں ایسے ظہور کو جو قیامت کبریٰ میں ٹھیک اپنے وقت پر ظہور فرما ہوا۔ نبی اور رسول بنانے کی فکر میں ہیں۔ جبکہ نہ اسے نبی یا رسول خطاب سے کبھی مخاطب کیا گیا۔ اور نہ اُس نے ہی کبھی ادعاء نبوت اور رسالت کیا۔ بلکہ اس نے ہمیشہ یہی ندا بلند فرمائی:۔

(۱) یا معشر الملوک قد اتی المالک	اے بادشاہوں کے گروہ! مالک آ گیا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

والملك لله المهيمن القيّوم ○

اور ملک خدائے مہیمن و قیوم ہی کا ہے۔

(۲) طوفوا و زوروا ربّ الانام في هذه الايّام التي ما ادركت مثلها العيون في قرون الاولين ○

ان دنوں میں جن کی مثال پہلے زمانوں کی کسی آنکھ نے نہیں دیکھی۔ تم مخلوقات کے ربّ کی زیارت اور طواف کر لو۔

(۳) قل بهذا الظهور رجع حديث الطور ونفخ في الصور قام العباد لله العزيز الودود اذكر ما انزله الرحمٰن في الفرقان يوم يقوم النّاس لربّ العٰلمين ○

کہدے اس ظہور سے طور کا واقعہ پھر ظاہر ہو گیا اور صُور پھونکا گیا۔ غالب اور پیار کرنے والے خدا کے لئے بندے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ یاد کرو جو رحمٰن نے قرآن میں نازل فرمایا کہ جس دن لوگ ربّ العٰلمین کی حضوری کیلئے اُٹھ کھڑے ہونگے۔

(۴) قد اتت الساعة التي كانت مكنونة في علم الله ونادت الذرات قد اتى القديم ذو المجد العظيم ○

الساعۃ یعنی وہ گھڑی آپہنچی جو خدا کے علم میں پوشیدہ تھی۔ اور تمام ذرات پکار اُٹھے کہ بزرگی اور عظمت والا قدیم آگیا۔

کتب سابقہ میں سے بائیبل مقدس کے نبی یسعیاہ کی کتاب کے صرف ایک حوالہ پر اکتفا کی جاتی ہے ارشاد ہوتا ہے:۔

"ہمارے لئے ایک لڑکا تولد ہوا۔ اور ہم کو ایک بیٹا بخشا گیا۔ اور سلطنت اسکے کاندھے پر ہوگی۔ اور وہ اس نام سے کہلائیگا۔ عجیب۔ مشیر۔ خدائے قادر۔ قدیم باپ۔ امن کا شہزادہ" ۹ : ۶

چنانچہ وہ قدیم باپ اپنے وقت پر ظہور فرما ہوا۔ اور فرمایا:۔ انّی انا المذکور بلسان اشعیاء۔ میں وہی ہوں جس کا ذکر اشعیا نبی کی زبان سے ہوا (کتاب مبین ص۲) پھر ارشاد ہوتا ہے:۔

"قد اتی القدیم ذو المجد العظیم" قدیم اپنی عظمت کے ساتھ آگیا۔ پھر فرمایا:۔

قد جآء الاب وكمل ما وعدتم به في ملكوت الله۔ باپ آگیا۔ اور جو وعدے ملکوت الٰہی سے کیئے گئے تھے وہ سب پورے ہوگئے۔ (لوح اقدس ملاحظہ ہو کوکب جلد ۱ نمبر ۱۵ ص۳)

قرآن کریم کی سورۃ الفجر میں جہاں خدائے قادر کی آمد کو بالفاظ دیگر "جآء ربّك" کہکر مومنین کو لقاء الٰہی کی تنزیہی رنگ میں بشارت دی گئی ہے وہاں نقطۂ فرقان کے کلام پاک نے یسعیاہ نبی کے مقدس کلام کے تشبیہی رنگ کو بھی ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ چنانچہ سورۃ الفجر کے بعد ہی سورۃ البلد میں فرمایا ووالدٍ وما ولد۔ قسم ہے باپ اور بیٹے کی۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حدیث میں آتا ہے کہ قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ ایک لونڈی اپنا رب جنے گی۔ الغرض "قدیم باپ" کے الفاظ قرآن شریف سے بھی ثابت ہیں۔ اور اس باپ کے ساتھ بیٹے کا تذکرہ عورت سے پیدا ہونا جیسا کہ حدیث کے الفاظ سے ظاہر ہے۔ لڑکا۔ بیٹا۔ وغیرہ کے الفاظ جو یسعیاہ نبی کی کتاب میں وارد ہیں۔ بتلاتے ہیں کہ یہ کسی ایسے انسان کا ظہور ہے جو نبی نہیں ہے بلکہ نبوت سے کوئی اور بلند درجہ ہے۔ جسے کتب سابقہ اور فرقان حمید میں بالاتفاق قدیم باپ۔ رب۔ رحمٰن۔ اللہ وغیرہ القاب سے یاد کیا گیا ہے۔ ورنہ کہدیا ہوتا کہ ایک نبی ہوگا۔ مگر ایسا نہیں۔

کتب سابقہ کی تصریحات تو معلوم ہو چکیں کہ ان کی رو سے ایک ایسا ظہور ہونے والا ہے جو خدائے قادر قدیم باپ وغیرہ اسماءِ مبارکہ سے پکارا جائیگا۔ نیز یہ کہ اسکے حق میں نبی اور رسول کے الفاظ وارد نہیں ہیں بلکہ اسے خدا کی آمد قرار دیا گیا ہے۔ اس کے بعد حضرت بہاء اللہ عز اسمہ کی تشریح ملاحظہ ہو۔ فرمایا:۔

"در جمیع کتب الٰہیہ وعدۂ لقاء صریح بودہ وہست۔ ومقصود ازیں لقاء۔ لقاء مشرق آیات و مطلع بینات ومظہر اسماء حسنیٰ وصفاتِ علیائے حق جل جلالہ ہست حق بذاتہ وبنفسہ غیبِ منیع لایدرک بودہ۔ پس مقصود از لقاء لقائے نفسی بودہ کہ قائم مقام اوست ما بین عباد" (لوح ابن ذئب صفحہ)

پس ظہور کے لئے جو مقام مقدر اور جس نام سے وہ موسوم ہے وہ یہ ہے جس کی بابت تمام کتب مقدسہ کا ارشاد یہ ہے کہ انّہٗ ینطق فی کلّ شان اننی انا اللہ لا الٰہ الا انا رب کل شیء وان مادونی خلقی ان یا خلقی ایای فاعبدون۔ اسکی شان گفتگو ہر شان میں یہ ہے کہ تحقیق میں خدا ہوں۔ میرے سوا کوئی خدا نہیں۔ میں ہر چیز کا رب ہوں اور جو کچھ میرے سوا ہے وہ میری مخلوق ہے۔ میں حکم دیتا ہوں کہ اے میری مخلوق صرف میری ہی عبادت کرو۔ (تجلیات) (منقول از کوکب جون و جولائی و اگست ۱۹۳۰ء)

ایک ضروری اعلان برائے ہر خاص و عام

کتب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طباعت و اشاعت کے حقوق صدر انجمن احمدیہ قادیان کو عطا شدہ ہیں اور کوئی شخص بدون اجازت صدر انجمن حضرت کی تصانیف شائع نہیں کر سکتا اس لئے پھر اطلاعاً عرض ہے کہ کوئی شخص حضرت مسیح موعودؑ کی کوئی تصنیف از قسم کتب رسائل ٹریکٹ اشتہار یا لیکچر وغیرہ صدر انجمن کی اجازت کے بغیر شائع نہ کرے۔ اگر کسی صاحب نے پہلے کوئی کتاب یا تقریر یا نظم اپنے طور پر شائع کی ہے تو یہ امر آئندہ حق کے لئے کوئی دلیل نہیں ہو سکتا۔ خاکسار شیر علی ناظر تالیف و تصنیف۔ قادیان

Digitized by Khilafat Library Rabwah

گوشوارہ بقایا و فاضلہ صیغہ جات صدر انجمن احمدیہ قادیان دارالامان بابت ماہ دسمبر ۱۹۳۰ء

نمبر شمار	نام صیغہ			رقم بقایا
۱	بیت المال	۷	۴	۶۴۲۳۸
۲	طبع و اشاعت	۶	۴	۱۵۱
۳	بورڈران ہائی	۰	۵	۲۸۱
۴	بورڈران احمدیہ	۳	۲	۱۶۷
۵	مقبرہ بہشتی	۳	۲	۶۸۱۳۳
۶	قرضہ	۰	۰	۱۷۱۵۸
۷	منارہ	۰	۰	۱۳۴۳
۸	پراویڈنٹ فنڈ	۲	۱۵	۲۶۱۲
۹	ترقی اسلام	۳	۸	۵۵
۱۰	بکس ڈپو	۶	۱	۲۴
	میزان	۶	۱۱	۱۵۴۱۶۴

نمبر شمار	نام صیغہ			رقم فاضلہ
۱	بقایا و پیشگی	۹	۴	۳۶۹۱۲
۲	جائداد	۹	۰	۶۲۵
۳	ایجنسی	۰	۰	۴۸۵۰
۴	تعمیر	۶	۱۳	۱۳۲۲
۵	ناظر اعلیٰ	۰	۱۲	۳۹۵۹
۶	قضاء	۰	۱۲	۶۷
۷	افتاء	۰	۰	۱۵
۸	پرائیویٹ سکرٹری	۳	۲	۳۶۷۵
۹	محاسب	۶	۸	۴۲۹۴
۱۰	ہسپتال	۶	۳	۹۲۷
۱۱	دعوۃ و تبلیغ	۶	۲	۳۰۸۶۳
۱۲	ہائی سکول	۰	۱۰	۱۰۷۹۵
۱۳	صدقات	۰	۰	۵۰۶۷
۱۴	گرلز سکول	۳	۹	۳۱۲۹
۱۵	مدرسہ احمدیہ	۶	۱۵	۷۷۳۴
۱۶	جامعہ احمدیہ	۶	۸	۴۴۰۸
۱۷	احمدیہ ہوسٹل	۰	۸	۱۵۶۶
۱۸	امور عامہ	۹	۱۴	۳۷۷۹
۱۹	ضیافت	۳	۸	۹۸۵۲
۲۰	تعلیم و تربیت	۹	۱	۳۴۹۹
۲۱	تالیف و تصنیف	۰	۲	۵۹۱۶
۲۲	امور خارجہ	۶	۱۳	۳۵۰۲
۲۳	خلافت	۰	۰	۵۲۸۵
۲۴	تجارت	۳	۴	۲۱۱۴
	میزان	۶	۱۱	۱۵۴۱۶۴

محمد اشرف
محاسب صدر انجمن احمدیہ قادیان

اخبارات سلسلہ احمدیہ

الفضل ۔ ہفتہ میں تین بار ۔ دس روپے سالانہ ۔ طلباء ۸/-

ریویو آف ریلیجنز اردو ۔ ماہوار ۔ تین روپے سالانہ ۔

ریویو آف ریلیجنز انگریزی ۔ سات روپے سالانہ ۔

سن رائز ۔ ہفتہ وار ۲۰×۳۰/۸ ۲۸ پونڈ ولایتی کاغذ ۔ ۵ روپے سالانہ ۔

مصباح ۔ مہینے میں دو بار ۔ عورتوں کا اخبار ۔ ۸/- سالانہ ۔

منگوانے کا پتہ : مہتمم طبع و اشاعت قادیان

ریویو آف ریلیجنز اردو - قادیان دارالامان - ماہ فروری سنہ ۱۹۳۱ء رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۱۷۶

Digitized by Khilafat Library Rabwah

منعقدہ

ستارہ

ٹریڈ مارک رجسٹرڈ

بانی

ڈاکٹر ایس۔ کے۔ برمن

ڈاکٹر ایس کے برمن لیمیٹڈ کلکتہ

سنہ ۱۹۸۴ء

ڈاکٹر ایس۔ کے۔ برمن

قریب پچاس سال سے مشہور پیٹنٹ دوائیں

ضروری اطلاع

ہر خاص و عام کو نہایت خوشی سے آگاہ کیا جاتا ہے کہ کلکتہ کے مشہور نامی گرامی ڈاکٹر ایس کے برمن کے پچاس سالہ کارخانہ کو ترقی دیکر اچھی طرح خوش اسلوبی سے چلانے کے لئے مذکورہ بالا نام سے لیمیٹڈ کرالیا ہے۔

المشتہر

چنی لال برمن مالک کارخانہ ڈاکٹر ایس کے برمن

دنت مکتا

دانتوں کے قریب ہر مرض کے رفع کرنے کے لئے خوشبودار منجن

اس کے استعمال سے مُنہ معطر رہتا ہے اور دانتوں میں کسی مرض کے پیدا ہونے کا خوف نہیں رہتا۔

قیمت ایک اونس کی ڈبی کا ۵/ پانچ آنہ
ڈاک محصول تین ڈبی تک ۵/

دب - دمہ

دمہ کی دوا

ایک ہی خوراک میں دمہ کو دباکر آرام پہنچاتی ہے دیگر دواؤں سے جو مریض مایوس ہو چکے ہوں اسکی بھی آزمائش کریں۔ لاکھوں مریض اس دوا سے مستفید ہو چکے ہیں

قیمت فی شیشی ایکروپیہ چھ آنہ عہ/ ڈاکمحصول تین شیشی تک ۶/

نوٹ۔ ہماری دوائیں ہر جگہ بکتی ہیں ڈاک خرچ بچانے کے لئے اپنے مقامی ایجنٹ سے خریدیں۔

صیغہ نمبر (۱۱۷) پوسٹ بکس نمبر ۵۵۴ کلکتہ

ایجنٹ - شیخ محمد وارث رحمت علی سوداگر گورداسپور - پنجاب

بھائی عبدالرحمن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام سٹیم پریس قادیان میں چھاپکر مالکان کیلئے قادیان سے شائع کیا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہونے کی اجازت چاہتے ہیں۔ فرمایا کیا آپ کو پسند ہے کہ ان کو اجازت دے دوں؟ جناب علیؑ نے فرمایا۔ کہ ہاں۔ پس حضرت سیدہؑ نے اجازت دیدی۔ تو ابوبکرؓ حاضر ہوئے۔ کہ ان کو راضی کریں اور عرض کیا کہ خدا کی قسم ہے کہ میں نے جو اپنا گھر بار مال خویش قوم چھوڑا (ہجرت کی) تو محض رضامندی خدا و رسولؐ اور اہلبیتؑ کی خاطر۔ اور آپ کو رضامند کرتے رہے۔ یہاں تک کہ حضرت سیدہؑ راضی ہو گئیں۔ اور یہ روایت معتبر موثق ہے اور بدیہی ہے کہ شعبیؓ نے اس کو یا تو بذاتِ خود جناب علیؑ سے سُنا ہے یا اس سے جس نے کہ جناب علی علیہ السلام سے سُنا۔

(۲) از کتب معتبرہ شیعہ اثنا عشریہ:-

(۱) مُلّا باقر مجلسی نے بحوالہ کتاب کشف الغمہ وغیرہ روایت لکھی ہے۔ جس سے ثابت ہے کہ اسماء بنت عمیس زوجہ محترمہ ابوبکر صدیق حضرت سیدہؑ کی خاص تیماردار اور وصیہ تھیں۔ اور حضرت سیدہ کے لئے انہوں نے خاص طور پر نعش بنائی تھی۔ اور تجہیز و تکفین میں جناب امیر کے ساتھ شریک تھیں (جلاء العیون ترجمہ اردو باب ۲ فصل ۷ صفحہ ۱۹۲-۱۹۳)

اس سے بخوبی ثابت ہے کہ حضرت سیدہؑ بالفرض بتقاضائے بشریت جناب صدیقؓ پر ناراض بھی تھیں۔ تو حسب ارشاد نبویؐ کہ تین دن سے زیادہ خفگی جائز نہیں "لا ھجرۃ فوق ثلاث" وفات حسرت آیات سے پہلے جناب صدیقؓ کی عذر خواہی پر رضامند ہو گئی تھیں۔ جبھی تو خلیفہ رسول صلعم نے اپنی زوجہ محترمہ کو حضرت سیدہؑ کی تیمارداری کے واسطے اُن کے ہاں بھیجنے میں تامل نہ کیا۔ فتدبّر +

(ب) وروی انّہ لما سمع کلامھا حمد اللّٰہ واثنیٰ علیہ وصلّی علیٰ رسولہ ثم قال یا خیر النساء وابنۃ خیر الامھات واللّٰہ ما عدوت رائ رسول اللّٰہؐ ولا عملت الا فیما امرہ وانّ الرائد لایکذب اھلہ قد قلت فابلغت واغلظت فاھجرت فغفر اللّٰہ لنا ولک۔ اما بعد فقد دفعت آلۃ رسول اللّٰہؐ ودابتہٗ وحذاءہ الیٰ علیّ واما ماسویٰ ذلک فانی سمعت رسول اللّٰہ صلعم یقول انا معاشر الانبیاء لا نورث ذھباً ولا فضّۃ ولا ارضاً ولا عقاراً ولا داراً ولکنا نورث الایمان والحکمۃ والعلم والسنۃ وقد عملت بما امرنی ونصحت فقالت ان رسول اللّٰہؐ وھبھا لی قال فمن یشھد بذٰلک فجاء علی بن ابی طالب وام ایمن فشھدا لھا بذٰلک فجاء عمر بن الخطاب وعبد الرحمان بن عوف فشھدا ان رسول اللّٰہ یقسمھا فقال ابوبکر صدقتِ یا ابنۃ رسول اللّٰہ وصدق علی وام ایمن وصدق عمر وصدق عبد الرحمان وذٰلک انّ لکِ ما لابیک کان رسول اللّٰہؐ یاخذ من فدک قوتکم ویقسم الباقی ویحعل منہ فی سبیل اللّٰہ ولک